ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ
۲۱، ۲۸ جنوری ۱۹۶۶ء

عید نمبر

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: "مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو کوئی ایمان کی رُو سے اور بہ نیّت طلب ثواب شبقدر کا قیام کرے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَرٰی رُؤْیَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّیْهَا فَلْیَتَحَرَّهَا فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ کو رمضان کی آخری سات راتوں میں شب قدر خواب میں دکھلائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ متفق ہوئے تمہارے خواب آخری سات راتوں پر۔ پس جو شخص تلاش کرنا چاہے شب قدر کو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کو آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ (اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُجَاوِرُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَیَقُوْلُ: "تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ؛

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ شب قدر کو رمضان کے آخری دس دنوں میں تلاش کیا کرو (اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ"، (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں ۲۱۔ ۲۳۔ ۲۵۔ ۲۷۔ ۲۹ میں شب قدر کو تلاش کرو (بخاری نے اس روایت کو ذکر فرمایا ہے)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْیَا اللَّیْلَ كُلَّهٗ، وَاَیْقَظَ اَهْلَهٗ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو تمام رات بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے۔ اور (عبادت الٰہی میں) خوب کوشش و محنت کرتے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْتَهِدُ فِیْ رَمَضَانَ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِیْ غَیْرِهٖ، وَفِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِیْ غَیْرِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں (عبادت الٰہی میں) وہ کوشش کرتے جو غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے۔ اور اس کے اخیر عشرہ میں وُہ جد و جہد کرتے تھے۔ جو غیر دنوں میں نہ کرتے۔ (مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَءَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیُّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْهَا؟ قَالَ: "قُوْلِی اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ — رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ شب قدر کون سی ہے تو اس میں کیا کہوں؟ فرمایا یہ کہو۔ کہ اے اللہ! تُو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے۔ لہذا مجھ کو معاف فرما۔ ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

ماہ شوال میں چھ روزوں کا بیان

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰهِ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِیَامِ الدَّهْرِ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے۔ اس نے گویا کہ سال بھر کے روزے رکھے۔

(ف) اس حدیث سے شوال کے چھ روزے رکھنے کی فضیلت ظاہر ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اس سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو تین سو ساٹھ دن کے روزوں کا ثواب ملے گا یہ مطلب نہیں کہ سال بھر جو شخص روزے رکھے اس کو اس شخص سے زیادہ ثواب نہ ملے گا جس نے رمضان کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے بلکہ اس شخص کو تو تین سو ساٹھ کا دس گُنا ملے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔

(قدر۔ پ ۳۰)

ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے۔

(دخان۔ پ ۲۵)

ہفت روزہ — لاہور

خدام الدین

ایڈیٹر: مناظر حسین نظر — ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

سالانہ گیارہ روپے — ششماہی چھ روپے

جلد ۱۱ | ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۱/۲۸ جنوری ۱۹۶۶ء | شمارہ ۳۶/۳۷

عید کا پیغام

قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک ہم اٹھارہ مرتبہ عید الفطر کا نظارہ کر چکے ہیں۔ لیکن اگر ان تمام عیدوں کا جائزہ لیا جائے، ان کے خدوخال اسلام کے آئینے میں دیکھے جائیں، کتاب و سنت کی روشنی میں ان کو جانچا جائے تو برملا طور پر کہنا پڑے گا کہ یہ تمام کی تمام عیدیں اُس روح سے قطعی عاری تھیں جس کا اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے اور ان سے وہ سلوک ہرگز روا نہیں رکھا گیا جو ایک اسلامی مملکت میں ان کے شایانِ شان ہونا چاہئے تھا۔ درحقیقت عید الفطر اس خوشی اور شکر گذاری کا نام ہے جو ایک مسلمان کو رمضان المبارک کا کماحقہٗ احترام کرنے، اس مقدّس مہینے کے حقوق باقاعدہ اور مکمل طور پر ادا کرنے اور اس کی حقیقی نعمتوں اور لذّتوں سے بہرہ وَر ہونے کے ثمرہ میں میسّر آتی ہے۔ ظاہر ہے جب رمضان المبارک کا کوئی احترام نہ کیا گیا ہو، روزوں کی پوری پابندی نہ کی گئی ہو، تقوٰے و پارسائی کو شعار نہ بنایا گیا ہو۔ تو عید کی حقیقی مسرّتیں اور خوشیاں کیونکر حاصل ہو سکتی ہیں؟

اس مرتبہ جب کہ ہم ایک خوفناک جنگ سے دوچار ہو کر اللہ کی رحمتوں اور غیبی نصرتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے ہمیں توقع تھی کہ اس ملک میں رمضان المبارک کی صحیح پذیرائی ہوگی۔ حکام و عوام زیادہ سے زیادہ فرض شناسی اور خدا خوفی کا ثبوت دیں گے اور یہ ماہ مبارک اپنے سچّے استقبال سے محروم نہیں رہے گا۔ مگر ع "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔ ہماری یہ تمنّا پوری نہ ہوئی اور تمام مہینہ بھر وہی کچھ ہوتا رہا جو اس سے قبل ہُوا کرتا تھا۔ جہاں تک ہم نے اندازہ کیا ہے اس بابرکت مہینے کی اکثر لوگوں نے قدر و منزلت نہیں کی، عوام و حکّام نے فرامینِ خداوندی کا کوئی پاس نہیں کیا۔ اور غفلت و نافرمانی کی وہ تمام سنّتیں تازہ کر دیں جن سے کسی وقت بھی غضبِ الٰہی بھڑک سکتا ہے۔ سڑکوں اور شاہراہوں پر، گلیوں اور بازاروں میں دُکاندار اور خوانچہ فروش کھُلے بندوں کھانے کی چیزیں فروخت کرتے رہے اور لوگ دن دہاڑے کھاتے پیتے رہے۔ سینما ہال، شراب کی دُکانیں

اگلا پرچہ شائع نہیں ہوگا

بوجہ تعطیلاتِ عید الفطر ۲۱ اور ۲۸ جنوری کا شمارہ یکجا شائع کیا گیا ہے لہٰذا قارئینِ خدام الدین اور ایجنٹ حضرات ۲۸ جنوری کے شمارے کا انتظار نہ فرمائیں۔ (مینجر)

اور فحاشی کے اڈّے بدستور چلتے رہے اور اس طرح واضح طور پر رمضان المبارک کی بے حُرمتی اور روزہ داروں کی دل آزاری ہوتی رہی — لیکن نہ تو "اسلامی حکومت" کا قانون حرکت میں آیا اور نہ عوام کی غیرت و حمیّت ہی ٹس سے مس ہوئی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جبکہ رمضان المبارک کا ہی صحیح معنوں میں احترام نہ کیا گیا ہو عید کی حقیقی خوشی کس طرح میسر آسکتی ہے اور شکر گذاری، طمانیّتِ قلب اور فرط و انبساط کے وہ جذبات دلوں میں کیونکر موجزن ہو سکتے ہیں جو ایک سچّے مسلمان اور مومنِ قانت کا طرۂ امتیاز ہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ نیند پورے سُکھ کے ساتھ اُسی کو آتی ہے جو دن بھر کی مشقت و محنت سے چُور ہو کر بستر پر لیٹے نہ کہ اُس کاہل کو جو دن بھر بستر پر ہی کروٹیں لیتا رہے۔ اسی طرح عید کی حقیقی فرحت و لذّت اُسی بندۂ خدا کو حاصل ہوتی ہے جو مہینہ بھر تک روزہ کی محنتیں اور مشقّتیں اٹھا چکا ہو اور خواہشاتِ نفسانی کے منصوبوں کو پامال کر کے قوائے جسمانی کو چُور چُور کر چکا ہو۔

پس ہمیں جان لینا چاہئے کہ اگر ہمیں عید کی صحیح خوشی میسّر نہیں آتی تو یہ ہمارا ہی قصور ہے اور ہم ہی بدپرہیزیوں کا شکار ہو کر ایک غیر ذمہ دار مریض کی طرح عید کی حقیقی فرحت و مسرّت سے محروم ہیں ورنہ حقیقت میں اس دن ہر صاحبِ ایمان کا چہرہ خوشی و مسرّت سے دمکنے لگتا ہے۔ بچّوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں سے لے کر مردوں تک اور امیروں سے لے کر غریبوں تک ہر شخص بشرطیکہ اُس کے دل میں اسلام کی ذرہ برابر بھی قدر و قیمت ہو اس دن کی بے پناہ عزّت و حرمت کرتا ہے لیکن جس طرح ہم روزہ کی روح اور ماہ رمضان المبارک کی تاثیر سے بے بہرہ ہونے کے باعث اُس کے حقیقی اجر و ثواب سے بہرہ وَر نہیں ہوتے۔ اسی طرح عید کے حقیقی پیغام سے ناآشنا ہونے کے باعث اس کی منفعتوں کے بھی پورے مستحق نہیں ٹھہرتے۔۔ ہمارا دعوٰے ہے کہ اگر مسلمان عید کے پیغاموں میں سے صرف ایک پیغام کی حقیقت کو پالیں اور اس کو اپنے دلوں میں جگہ دینے کے بعد اس کی تعلیم کو اپنے رگ رگ اور ریشے ریشے میں جاری و ساری کر لیں تو دنیا کا میدان بھی انہی کے ہاتھ رہے اور آخرت میں بھی کامیاب و کامران ٹھہریں۔ لیکن افسوس ہم نے زندگی میں کئی عیدیں منائیں مگر عید کی بنیادی حقیقت کو اپنے دلوں میں جاگزیں نہ کر سکے۔ حالانکہ عید کا مقصود قوم کے اندر روحانی زندگی پیدا کرنا تھا ——— رمضان المبارک روحانی پریڈ کا مہینہ اور عید اس کے حقائق سے متمتع ہونے اور بارگاہِ ربّ العزّت میں سجدۂ شکر ادا کرنے کا دن ہے۔ دوسری قوموں کی تقریبات کی طرح لہو و لعب کا ساز و سامان مہیّا کرنا اور ایک جگہ جمع ہو کر عیش و عشرت کی داد دینا اس کا مقصد

نمازِ عید الفطر

۹ بجے صبح بیرون کشمیری دروازہ تا مستی گیٹ کے درمیانی باغ میں ادا کی جائیگی نمازِ عید قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور پڑھائیں گے جمعۃ الوداع کی نماز بھی مذکورہ باغ میں پڑھائی جائیگی۔ تقریر ۱۲½ بجے شروع ہو جائیگی خطبہ جمعہ ۱½ بجے شروع ہوگا۔

مسلمانانِ لاہور وقت کا خاص خیال رکھیں اور نماز میں جوق در جوق شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں لاؤڈ سپیکر اور مستورات کیلئے پردہ کا باقاعدہ انتظام ہوگا۔ بارش کی صورت میں نمازِ عید مسجد شیرانوالہ میں پڑھائی جائیگی

(ناظم انجمن خدام الدین)

ہرگز نہیں ہے۔ عید جب بھی آتی ہے اہل ایمان کے لئے یہ پیغام مسرت لاتی ہے کہ اے محبوبِ حقیقی کی یکتائی کا کلمہ پڑھنے والو اور حسنِ ازل سے پیمانِ وفا باندھنے والو! دیکھو! تمام دنیا کی ہیبتوں اور ماسوا اللہ کی مرعوبیتوں سے بیگانہ و بے نیاز ہو جاؤ کہ عید کی پکار ہی فقط یہ ہے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ ہی تمام کبریائیوں کا مالک ہے۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ اور تمام تعریفیں فقط اُسی ذاتِ بے ہمتا کو زیب دیتی ہیں۔

تکبیر و تہلیل کے ان الفاظ پر غور کیجئے اور سوچئے کیا یہ وہی ولولہ انگیز اور ایمان افروز الفاظ نہیں جو آج سے چودہ سو برس پہلے مکہ کے دُرِ یتیم ہادیٔ سُبُل مولائے کُل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لبوں سے بلند ہوتے تھے۔ جن کے اعادہ کے بعد تمام دنیا کی مصنوعی کبریائیوں کا بھرم خاک میں مل گیا تھا اور ان تمام وجودوں کی کارسازی کی توقعات پامال ہو گئی تھیں جن کو دنیا نے کسی نہ کسی رنگ میں 'الٰہ' بنا رکھا تھا۔ یقین ہے کہ اگر ان الفاظ کو بار بار دوہرا لیا جائے اور ان کے مفہوم کو دل کی گہرائیوں میں اتار لیا جائے تو اللہ تعالےٰ کے سوا ہر شئے کا خوف، ہر طاقت کا رعب اور ہر وجود کی ہیبت دل سے یکسر نکل جائے گی ــــ آپ ہی غور فرمائیں جس قوم کا یہ بلند آہنگ اعلان ہو کہ اس کے نزدیک کبریائی، اُلوہیت اور صفت و ثناء کا مستحق فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ایک مومنِ قانت کی پیشانی خواہ وہ اس کی روح کی پیشانی ہو یا اُس کے جسم کی، کسی غیر اللہ کے سامنے نہیں جھک سکتی تو اس قوم کے سامنے دنیا کی طاقتوں کی کیا حقیقت باقی رہتی ہے۔ غرض تکبیر و تہلیل کا نعرہ کیا ہے؟ اس حقیقت کا اعلان ہے کہ مسلمان اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، وہ کسی کا غلام نہیں، کسی کا محکوم نہیں اور اس کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

اس پیغام کے ساتھ ساتھ صدقۂ فطر کیا ہے؟ وہ فی الحقیقت اسلامی ہمدردی کے جذبۂ عام کی عملی نمود اور اس امر کا اعلان ہے کہ مسلمان جب بھی خوشی کی کوئی تقریب مناتا ہے تو اپنے مفلس پڑوسی کو، اپنے ہمسائے کی بیوہ اور یتیم کو اور اپنے محلے کے مسکین اور محتاج کو ہرگز نہیں بھولتا۔ وہ خود بعد میں خوشی مناتا ہے لیکن ضرورت مند بھائی کو اللہ کے دئیے ہوئے مال میں سے ایک معیّن مقدار دے کر پہلے خوش کرتا ہے۔ اس کا نصب العین ہی یہ ہے کہ خستہ و غمگین چہروں پر مسرّت کی لہر پہلے دوڑائے اور اس کے بعد گھر سے باہر قدم نکالے تاکہ دیکھنے والوں کو امّتِ مسلمہ کے غرباء و امراء اور شاہ و گدا میں کوئی امتیاز نظر نہ آئے۔ وہ سب اللہ کے دین کے سپاہی دکھائی دیں اور جب عید گاہ پہنچیں تو ؏

"ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمودؔ و ایاز"

کا منظر سامنے آجائے ــــ ایک میدان، ایک امام اور ہزاروں مسلمان، چھوٹے اور بڑے سب اللہ کے حضور حاضر ہو کر ایک آواز، حرکت و سکون کے پابند دکھائی دیں ــــ اندازہ فرمائیے اخوّت و حریّت اور مساوات کا یہ وجد انگیز منظر اسلام کے سوا دنیا کا کوئی اور مذہب پیش کر سکتا ہے؟ یہ مساواتِ عام، یہ طاعتِ امیر، یہ ہم آہنگی ملّتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی اور قوم میں پائی جاتی ہے؟ ظاہر ہے یہ خصوصیات تمام مذاہبِ عالم میں ناپید ہیں۔ اور صرف اسلام ہی ان بلند پایہ خصوصیات کا حامل ہے لیکن ہماری بدبختی سے عید کی تمام تقریبات اور تمام رسوم اپنی حقیقی روح سے محروم ہو گئی ہیں۔ کیونکہ ہم نے ان پر غور و تفکّر کرنا چھوڑ دیا ہے۔

پس اے فرزندانِ اسلام! آؤ اس سال عید الفطر مناتے ہوئے اس کے روح پرور اور ایمان افروز پیغام کو دل میں جگہ دیں اور سب مل کر اخوّت و حریّت اور مساوات کے پیکر بن جائیں ــــ یہی عید کی روح اور پیغام ہے اور اسی کا عید ہم سے مطالبہ کرتی ہے۔

تلخ نوائی گوارا کریں

"اعلانِ "تاشقند" کا پاکستان میں حقیقی اور عوامی ردّعمل وہ نہیں ہے جس کی عکاسی ریڈیو کی لہروں کے ذریعہ اور اخبارات کے کالموں میں ہو رہی ہے۔ ریڈیو پر تو صرف موافق باتیں ہی پذیرائی پاتی ہیں۔ البتہ اخبارات میں "سب اچھا ہے" کی فراوانی کے ساتھ بے اطمینانی کے آئینہ دار ردعمل کی بہت معمولی جھلک نظر آجاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس دور سے ہم گذر رہے ہیں اس میں یکجہتی اور ضبط و نظم کے تقاضے سرِفہرست تھے۔ فائر بندی اور اس کے بعد کئی باتیں ایسی ہوئی ہیں جن سے عام لوگ مطمئن نہیں تھے۔ لیکن نازک حالات میں قومی یکجہتی کی خاطر حسن ظن سے کام لینا ہی مناسب سمجھا گیا۔ لیکن یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ "اعلان "تاشقند" کے بعض پہلوؤں سے لاتعداد لوگوں کو سخت تعجب ہی نہیں ہوا بے حد صدمہ بھی پہنچا ہے۔ بعض حکومتی شعبوں کی یہ خواہش و کوشش ہوگی کہ تعجب و صدمہ کا آئینہ دار ردعمل ظاہر نہ ہوا اگر اس کو بالکل نہ دبایا جا سکے تو اسے گھٹا کر بیان کیا جائے اور موافق ردعمل کو خوب اچھالا جائے لیکن ہمارے ناچیز خیال میں یہ اندازِ فکر حقیقت پسندانہ نہیں ہے اور اس سے تعمیری اور مفید نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ؏

رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

اس لیے مناسب طرزِ عمل یہی ہوگا کہ "اعلان تاشقند" کے بارے میں عوامی ردعمل کے آزادانہ اور ذمہ دارانہ اظہار کو حوصلہ سے سنا جائے اور عالی ظرفی سے برداشت کیا جائے۔ بھارت کے طرزِ عمل کا طویل اور تلخ تجربہ و مشاہدہ اہل پاکستان کو ہے اس کی بنیاد پر یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ فوجوں کی واپسی کے بعد مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے پاکستان کی بھارت سے توقعات پوری نہیں ہوں گی۔ اور ہمیں لازماً اقوام متحدہ سے رجوع کرنا پڑے گا۔ اس امید کے ساتھ نہیں کہ اقوام متحدہ یہ مسئلہ حل کر دے گی، بلکہ اس لیے بھی کہ "اعلان "تاشقند" کو بھارت کے ترجمان اور حکام جس طرح اپنے نقطۂ نظر کی فتح مندانہ پذیرائی قرار دے رہے ہیں۔ اس کے مطابق فوجوں کی واپسی کے بعد ان کے نزدیک کوئی بحرانی اور ہنگامی صورت حال باقی نہیں رہے گی۔ اس لیے بھارت ہماری طرف سے ہر تحریک کا جواب خاموشی سے دے گا۔ پاکستان میں "اعلان تاشقند" پر اس وقت جو حقیقی اور عوامی ــــ ناموافق ــــ ردعمل ہو رہا ہے، اس کی بدولت نہ صرف یو این سے رجوع کا جواز برقرار رہے گا بلکہ تاشقند میں پاکستان و بھارت میں سمجھوتہ کے غیر جانبدار گواہ روس کو بھی یہ سوچنے اور یاد رکھنے کا موقع بہم پہنچائے گا کہ جن پاکستانی عوام سے روس کے عوام کچھ عرصہ سے دوستی اور خیرسگالی پر بہت زور دے رہے ہیں وہ صحیح معنوں میں کس طرح مطمئن ہو سکتے ہیں؟۔

جنگ کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے تباہی و بربادی میں صحت مند ذہن کے لیے کوئی کشش نہیں ہو سکتی۔ لیکن حق تلفی کو خاموشی سے گوارا نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کوئی ایسی صورت خوش دلی سے قبول کی جا

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

تقسیم اسناد

مدرسہ قاسم العلوم (انجمن خدام الدین لاہور) کے دورۂ تفسیر میں کامیاب علماءِ کرام کو ۲۷ جنوری ۱۹۶۶ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء جامع مسجد اندرون شیرانوالہ دروازہ سندات تقسیم کی جائیں گی۔

ناظم انجمن خدام الدین اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

خطبۂ جمعہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۴ جنوری ۱۹۶۶ء

لیلۃ القدر اور قرآن

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۞
وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۞ لَيۡلَةُ
الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۞ تَنَزَّلُ
الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ
مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۞ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى
مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۞ (سورۃ القدر - پ ۳۰)

ترجمہ: بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو کیا معلوم شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر وہ صبح روشن ہونے تک سلامتی کی رات ہے۔

قرآن عزیز سے پہلے جتنی کتابیں اتاری گئی ہیں کسی میں یہ دعوےٰ نہیں کیا گیا کہ ایسی کتاب لے کر آؤ — قرآن میں نہایت پُرزور اور دائمی چیلنج تمام دنیا کو دیا گیا کہ تم کو شبہ ہو تو ایسا کلام بنا کر لاؤ — فرمایا گیا — اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلان کر دو۔ تمام عرب کے سامنے، اہل مکہ کے سامنے، ساری کائنات کے سامنے، اگر تمام جنات، تمام انسان جمع ہو کر یہ کوشش کریں کہ ایسا کلام بنا کر لائیں جیسا کہ قرآن ہے تو نہیں بنا سکیں گے۔ پھر پورا قرآن نہ سہی، اس کا نصف اور اس کا ثلث بھی نہیں اس کی ایک چھوٹی سی سورۃ کے برابر تصنیف کر لائیں۔ لیکن یہ کبھی نہ لا سکیں گے۔ کتنا زوردار کلام ہے۔ کس زور کی تحدی ہے اور وہ بھی ایک امی کی زبان سے! اپنی عقل و حکمت، اپنے علوم و فنون اور اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز رکھنے والوں کو کیا کیا جوش اس وقت بھی آیا ہوگا اور آج بھی اس علم و فن کے دور میں آرہا ہے۔ ؏

لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

سب بے بس اور عاجز اور قیامت تک اپنے عجز کا اظہار کرتے رہیں گے۔ تاریخ پر نظر دوڑائیے، واقعات کا جائزہ لیجئے۔ تو یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آئے گی کہ ہر محاذ پر غیر مسلم مسلمانوں کے منہ آئے۔ دشمنوں نے مقابلے کئے۔ بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں۔ خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کئی غزوات میں شریک ہوئے۔ کافروں کو شکستوں پر شکستیں ہوئیں بدر و حنین و خندق کے معرکے آج بھی مسلمانوں کے عزم و استقلال کے قصیدہ خواں اور ان کی شجاعت و مردانگی کے معترف ہیں اور غزوۂ خندق میں تو مشرکین عرب کی ایسی کمر ٹوٹی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آئندہ مدینہ پر چڑھائی کا نام بھی نہ لیں گے۔ یہ سب باتیں کفار برداشت کرتے رہے اور پھر مسلمانوں کے مقابلے پر آجاتے لیکن قرآن کا جواب ایک چھوٹی سی سورت بلکہ آیت تک کے برابر بھی نہ لا سکے۔ یہ قرآن کا بہت بڑا اعجاز ہے۔

قرآن کریم

خداوند لایزال کا کلام ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں بے نظیر ہے، بے مثیل ہے، لہٰذا اس کا کلام بھی بے نظیر و بے مثیل ہونا چاہیئے اور ظاہر ہے جس شخص کو یہ کلام عطا کیا گیا وہ بھی خدا کے بعد بے نظیر و بے مثیل ہوگا۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند قدوس کے بعد ساری مخلوق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی اور مثیل بھی کوئی موجود نہیں۔ ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

؎ رخ مصطفٰی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

پھر جس امت پر یہ قرآن نازل ہوا وہ امت بھی تمام امتوں سے بے نظیر ہوئی۔

كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ۔

تم کو لوگوں کے لئے بہترین امت بنا کر بھیجا گیا۔ اور نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

جس فرشتے کے ذریعے نازل ہوا وہ فرشتوں میں بے نظیر، جس مہینہ میں نازل ہوا وہ مہینہ تمام مہینوں میں بے مثل اور بے نظیر اور جس رات یہ کلام نازل ہوا وہ رات تمام راتوں میں بےمثل اور بے نظیر ٹھہری۔

کیا شانِ رحمت ہے کہ امت مسلمہ کو نزول قرآن کے صدقے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کے باعث رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ایک ایسی رات نصیب ہوئی جو اپنی پُرکیف ساعتوں کے باعث ہزار ماہ یعنی ۸۳ برس ۴ ماہ کی بہتر سے بہتر عبادتوں کے اجر و ثواب کا خزانہ لٹا دیتی ہے۔ کہاں ۸۳ برس ۴ ماہ کی طویل مدت اور کہاں صرف ایک رات کی چند ساعتیں —

یہ امت مسلمہ پر اللہ رب العزت کا احسان خصوصی ہے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کہ پہلی امتوں کی عمریں بہت زیادہ تھیں کبیدہ خاطر تھے۔ انہیں حسرت تھی کہ کاش وہ بھی ان جیسی لمبی طویل عمریں رکھتے اور ان سے عبادت میں بازی لے جاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشق خداوندی اور جذبۂ عبدیت سے اس درجہ سرشار تھے کہ انہیں یہ گوارا ہی نہ تھا کہ دوسری امتوں کے افراد عبادت میں ان سے سبقت لے جائیں۔ اور جب وہ بارگاہِ رب العزت میں پیش ہوں تو کسی دوسری امت کے نامۂ اعمال میں ان سے زیادہ نیکیاں ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بارگاہ نبوی میں درخواست کی "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری عمروں کی انتہا ساٹھ یا ستر برس ہے اور اس میں سے بھی تیسرا حصہ سونے میں گذر جاتا ہے۔ کچھ معاش کی تلاش میں صرف ہو جاتا ہے، کچھ بیماری و تساہل کی نذر ہو جاتا ہے۔ کچھ حوائج ضروریہ میں خرچ ہو جاتا ہے۔ پھر عبادت میں ہم کیونکر پہلی امتوں کے افراد کے برابر ہو سکیں گے۔ جن کی عبادت ہی ہزار ہزار ماہ کی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ الفاظ سن کر دلگیر اور غمگین ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آپ کا رنج دور کرنے کے لئے سورۃ القدر نازل فرمائی اور فرمایا کہ اگرچہ آپؐ کی امت کی عمریں چھوٹی ہیں لیکن ہم نے ایک ایسی رات عنایت فرما دی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے۔

ابوبکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں مرتبے والی

کتاب، مرتبہ والے فرشتے کے ذریعے سے مرتبہ والی امت پر نازل ہوئی۔

لیلۃ القدر کے متعلق احادیث

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری دہاکے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

نتیجہ اس فرمان نبویؐ سے یہ معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ یا ۲۹ میں ہی ہوگی۔

دوسری حدیث

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَجْتَہِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا یَجْتَہِدُ فِیْ غَیْرِہٖ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کے آخری دس دنوں میں) اتنی کوشش کرتے تھے کہ دوسرے عشروں میں اتنی کوشش نہیں کرتے تھے۔

اندازہ اس آخری عشرہ میں اس قدر زیادہ عبادت میں کوشش کرنے سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں یہ چیز بلا شبہ متحقق تھی کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری دس دنوں میں ہوتی ہے۔

شب قدر میں جبرئیل علیہ السلام کا فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہونا

عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ لَیْلَۃٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ یَذْکُرُوْا اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِہِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِہِمْ بَاہٰی بِہِمْ مَلٰٓئِکَتَہٗ فَقَالَ یَا مَلٰٓئِکَتِیْ مَا جَزَآءُ اَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَہٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآءُہٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرُہٗ قَالَ مَلٰٓئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْہِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَآءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّہُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّہُمْ۔

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں ہر اُس بندے کے لئے دعا کرتے ہیں کہ خواہ کھڑا ہونے والا ہو یا بیٹھنے والا ہو جو اللہ عز و جل کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر جس وقت ان کی عید کا دن ہوتا ہے یعنی روزہ کے افطار کا دن ان آدمیوں کے باعث (جو رمضان میں خدا تعالیٰ کو یاد کرنے والے تھے) اپنے فرشتوں کے روبرو فخر کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے اے میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ ہو۔ جس نے اپنا کام پورا کر دیا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! اس کی جزا یہ ہے کہ اس کی مزدوری ادا کر دی جائے۔ اللہ فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور لونڈیوں نے وہ فرض پورا کر دیا ہے جو میری طرف سے ان پر تھا۔ پھر نکلے ہیں۔ اپنی آوازوں کو دعائیں بلند کر رہے ہیں اور مجھے اپنی عزت و عظمت اور اپنی سخاوت اور اپنی شان کی بلندی اور اپنے مقام کی بلندی کی قسم ہے۔ البتہ ضرور ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر فرماتا ہے لوٹ جاؤ۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے آپ نے فرمایا۔ پھر (لوگ) لوٹ کر آتے ہیں۔ ایسے حال میں کہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں۔

ہمارا فرض ہے

کہ ہم اللہ جل شانہٗ کا کلام ساری کائنات میں پھیلا دیں۔

محترم حضرات! ساری برکات لیلۃ القدر کی نزول قرآن کے باعث ہیں — حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ دوسری آسمانی کتابیں صحف ابراہیمی، تورات و انجیل سب کا نزول رمضان میں ہوا۔ اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ قرآن کریم بھی رمضان میں نازل ہوا۔ چنانچہ اسی مہینہ اس کی سالگرہ منائی جاتی ہے۔ اس کی یاد تازہ کی جاتی ہے اور اس کو دوہرایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی مہینہ میں جبریل علیہ السلام سے ایک مرتبہ اس کا دَور فرمایا کرتے تھے۔ لیکن عمر کے آخری سال میں آپ نے دو مرتبہ دَور فرمایا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کے ہم مقلد ہیں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے اور رمضان کے اندر دن اور رات میں دو قرآن ختم کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے اہل اللہ سے ایسا ہی منقول ہے۔

اب جبکہ ہم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں سے گذر رہے ہیں ہمیں چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ عبادت کریں۔ قرآن کی تلاوت میں زیادہ وقت خرچ کریں اور اللہ کی رضا کا سرٹیفکیٹ حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق ارزانی فرمائے

حدیث میں آتا ہے۔ جس نے قرآن حفظ کیا ہوگا اور وہ قرآن پر عمل کرتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور فرمائے گا۔

رتّل وارتق۔ میرے بندے قرآن پڑھتا جا اور جنت کی سیڑھیوں پر چڑھتا جا۔ جہاں قرآن ختم ہوگا وہاں تیری محلسرا بنے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے کہ ہم بھی قرآن کو سینوں میں محفوظ کر سکیں اور قدر کی رات کا پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ آمین!

تصحیح گزشتہ شمارہ میں حافظ عبد المجید صاحب بھاکری کے مضمون اعتکاف میں صفحہ ۹ کالم ۳ سطر ۱۳ میں یہ مصرع یوں پڑھا جائے عَرَفْتُ الْھَوٰی مُذْ عَرَفْتُ ہَوَاکَ اس مضمون میں راقی الفلاح کو مراقی الفلاح پڑھا جائے

تبدیلی نام

میرا پہلا نام گلزار احمد بسمل صدیقی تھا۔ مگر اب میں نے اپنا نام بدل کر محمد ابوبکر بسمل صدیقی رکھ لیا ہے۔ لہٰذا آئندہ مجھے اسی نام سے پکارا جائے۔

محمد ابوبکر بسمل صدیقی صدیقیہ لائبریری احمد پور سیال ضلع جھنگ

اجتماعی مسرتوں کا مبارک دن

اللہ کی عظمت و کبریائی کا عالمگیر مظاہرہ!

رمضان کا بابرکت مہینہ ختم ہو رہا ہے۔ متقی اور پاکباز مسلمان اس کی جدائی کو کافی طور پر محسوس کر رہے ہیں۔ اور ان کے لئے اس کا فراق سوہان روح ہے۔ رحمت و مغفرت کے حصول سے کس کو انکار ہے۔ پھر جب کہ وہ محدود اور مخصوص بھی ہو۔ بہر حال رمضان تو ختم ہو ہی جائے گا مگر وہ اپنے اثرات لوگوں کے دلوں میں چھوڑ جائے گا۔ اور تا دیر لوگ اس کو یاد کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد عید آنے والی ہے جو اسلام میں پہلا خوشی کا دن ہے اور جس دن کا انتخاب محض شرعی خوشی اور مسرت ہی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ہجرت کر کے جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ وہاں کے لوگوں نے نوروز اور مہرجان کے نام سے دو روز مقرر کر رکھے ہیں۔ دونوں دنوں میں وہ طرح طرح کی رنگ رلیاں مناتے ہیں تو آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے خوشی کے اس سے بہتر دو دن مقرر کئے ہیں۔ یعنی عیدالفطر کا دن اور عیدالاضحیٰ کا دن۔ عید کا دن بھی اپنی خوبیوں کے اعتبار سے کوئی معمولی درجہ نہیں رکھتا بلکہ وہ بھی اسلام میں ایک عظیم الشان دن ہے۔

انعام خداوندی

اللہ تعالےٰ عید کے دن بھی اپنے بندوں کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے مالا مال کرتا ہے۔ ملائکہ گلی کوچوں کے نکڑ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آواز لگاتے ہیں:۔

"مسلمانو! پروردگار کی طرف سویرے سے جاؤ۔ تمہارا پروردگار تھوڑی سی عبادت قبول کر لیتا ہے اور بہت سا ثواب دیتا ہے تم کو روزوں کا حکم ہوا تھا تم نے روزے پورے کر دئے۔ تم کو نماز کا حکم ہوا تھا تم نے نماز بھی ادا کی۔ راتوں کو قیام کی کیا۔ جاؤ اپنی عبادت کا صلہ لے لو"۔

جب لوگ عید کی نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایک منادی ندا دیتا ہے کہ تمہارے رب نے تم کو بخش دیا جاؤ اپنے گھروں کو، یہ واقعہ ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا مگر مجھے بتلاؤ۔ کہ اس آواز کو کتنے سنتے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ تم میں ایسے بہت کم ہیں جو اس بات میں مجھ جواب دیں گے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ کبھی غور کیا روح کی کثافت، عصیاں کی فراوانی اس نورانی آواز کو سننے نہیں دیتی۔ کان اس وقت سنیں گے جب انہیں اس آسمانی آواز کو سننے کے لئے تیار اور اس الٰہی آواز سے مانوس کیا جائے۔

مقام حسرت و افسوس

عید منانے والوں کی فہرست اگر دیکھی جائے تو دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں میں سے شاید ہی کسی کا نام نہ ہو۔ مگر اسلامی عید منانے والوں کے نام اس فہرست میں تم کو بہت کم ملیں گے۔ اسی طرح عید کی مصنوعی مسرت کے ظاہر کرنے والے چہرے اور لباس عارضی چہل پہل تو ہو گی مگر حقیقی عید والوں کی صورتیں تم کو شاذ و نادر ہی نظر آئیں گی۔ مسلمان جانتے ہیں کہ عید اسلامی تہوار ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے اس کو غیر اسلامی بنا دیا ہے ان کو معلوم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ طریقوں میں تبدیلی کرنا انتہائی معصیت ہے مگر پھر بھی تبدیلی کی جاتی ہے۔ کیا یہ اسلام سے کھلی بغاوت نہیں ہے؟

اسلام عید کے دن خوشی منانے سے تم کو نہیں روکتا مگر وہ اس خوشی سے روکتا ہے جس سے معصیت وابستہ ہو، جس سے سرکشی اور بغاوت وابستہ ہو۔ اس طاغوتی خوشی سے روکتا ہے جس کے بعد نفس پرستی ہو۔ ہاں وہ اس دن کا متلاشی ہے جس میں اطاعت ہو، فرمانبرداری ہو۔ ہاں وہ اس مسرت میں روح کا سکون اور قلب کا حقیقی اطمینان دیکھنا چاہتا ہے جو بغیر اطاعت خداوندی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

عید کے دن کیا کرنا چاہیئے؟

صبح کو بہت سویرے اٹھو غسل کرو مسواک کرو۔ اچھے کپڑے جو موجود ہوں، پہنو (ریشمی کپڑے نہ پہنو) خوشبو لگاؤ۔ صدقہ فطر ادا کرو۔ کوئی میٹھی چیز کھاؤ (کھجور یا چھوہارے) عیدگاہ پیدل جاؤ راستہ میں اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جاؤ۔ جب عیدگاہ سے لوٹو تو دوسرے راستہ سے آؤ۔

عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھو

اکثر لوگ عید کی نماز شہر کی مسجدوں میں پڑھ لیتے ہیں۔ عیدگاہ میں جا کر نہیں پڑھتے۔ حالانکہ عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس مسجد کے باوجود بے انتہا شرف و فضیلت کے عید کے دن چھوڑ دیتے تھے اور نماز عید پڑھنے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے۔ مگر آج کل مسلمان اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے عیدگاہ نہیں جاتے اور مختلف مساجد میں نماز عید پڑھ کر مفت میں ثواب کھو دیتے ہیں۔

عیدگاہ میں کیا کرنا چاہیئے

عیدگاہ میں جب پہنچو تو وہاں شور و غل نہ کرو۔ بلکہ وقار اور متانت کے ساتھ اللہ تبارک و تعالےٰ کو یاد کرتے رہو۔ عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے یا نماز عید کے بعد کوئی نفل نماز نہ پڑھو جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جاؤ۔ اپنے بیٹھنے کے لئے دوسروں کو تکلیف نہ دو۔ مؤدب بیٹھ جاؤ۔ جو لوگ گردنیں پھلانگ کر آتے جاتے ہیں ان کو دوسروں کو تکلیف و ایذا رسانی سے خوف کرنا چاہیئے۔

صفوں کی درستی

اپنی اپنی صفیں درست کرو۔ لوگوں کو آگے پیچھے نہ ہونے دو۔ صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ بیچ میں جگہ نہ چھوڑو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں کو درست کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ اگر صفوں کو درست رکھوگے تو اللہ پاک رحمت نازل کرے گا اور اگر صفوں کو ٹیڑھا رکھوگے تو دلوں میں کجی پیدا ہو جائے گی۔ پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں نہ کھڑے ہو۔

عیدگاہ میں تکبیریں کہنے کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہیئے۔ اس کام کے لئے پہلے سے ہی لوگوں کو مناسب جگہ مقرر کر دینا چاہیئے اور انہی لوگوں کو تکبیر کہنا چاہیئے جو مقرر شدہ ہیں تاکہ آوازوں میں آگے پیچھے نہ ہو سکیں۔

عید کا خطبہ

نماز عید کے بعد لوگ عام طور پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور عیدگاہ سے باہر چلے جاتے ہیں۔ اور وہ خطبہ نہیں سنتے حالانکہ خطبہ سننا بھی ضروری ہے۔ تمام نمازی اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور سکون کے ساتھ خطبہ کو سنیں۔ آواز جا سے سنائی دے یا

نہ سنائی دے جب ختم ہو جائے تو اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھیں۔

عیدگاہ میں عورتیں نہ جائیں

فتنہ کا زمانہ ہے۔ نظروں کی کمی نہیں ہے جہاں تک ہو سکے گناہوں سے بچو اور دوسروں کو بچاؤ۔ عورتوں کا عیدگاہ جانا فتنہ سے خالی نہیں۔ اس لئے عورتیں عیدگاہ نہ جائیں تاکہ وہ خود بھی معصیت سے بچیں اور دوسروں کو گناہگار نہ بنائیں۔

صدقہ فطر

جس سال رمضان کے روزے فرض ہوتے اس سال صدقۂ فطر کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ذریعہ لوگوں تک پہنچا دیا۔ ایک شخص کو حکم ہوا کہ مکہ کے کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔ صدقہ فطر ادا کرنے کے بعد روزوں میں جو خامیاں اور کوتاہیاں رہ جاتی ہیں وہ دُور ہو جاتی ہیں اور جب تک صدقہ فطر ادا نہیں کیا جاتا روزے معلق رہتے ہیں۔

شهر رمضان معلق بين السماء والارض ولا يرفع الا بزكاة الفطر

رمضان کے روزے جب تک صدقہ فطر نہ ادا کیا جائے آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں۔

صدقۂ فطر کے صحیح ہونے میں وہی سب شرطیں ہیں جو زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں ہیں۔ جو مالک نصاب ہو۔ اور اس کا نصاب حاجاتِ ضروریہ سے فارغ ہو اور اس پر قرض ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ مال پر ایک سال گذرنا ضروری ہے۔ عید کے دن صبح صادق کے طلوع ہونے میں صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص صبح صادق کے بعد مر گیا یا بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ نابالغ یا مجنون اگر صاحب نصاب ہیں تو ان پر صدقہ واجب ہے۔ ان کا ولی ان کے مال میں سے ادا کرے اور اگر ولی نے ادا نہ کیا اور نابالغ بالغ ہو گیا یا مجنون تندرست ہو گیا تو وہ خود اپنا صدقہ فطر ادا کرے۔ صدقۂ فطر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی ادا کرنا چاہئے۔ بالغ اولاد جب کہ وہ فقیر ہوں تو ان کی طرف سے بھی ادا کرنا چاہئے۔

باپ اگر مر گیا ہو تو دادا کو چاہئے کہ وہ پوتوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔ بیوی کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا جائز ہے۔ ماں کو اولاد کی طرف سے۔ بیوی کو شوہر کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

اگر نابالغ لڑکی کا نکاح ہو چکا ہو اور وہ شوہر کے یہاں رخصت بھی کر دی گئی ہو تو اگر وہ قابل خدمت ہے تو اس کا صدقہ فطر باپ کے ذمہ واجب نہیں۔ اور اگر قابل خدمت نہیں ہے تو باپ کے ذمہ ہے اور اگر رخصت نہیں کی گئی تو بہر حال اس کا صدقہ فطر باپ کے ذمّہ ہے۔

صدقہ فطر کی مقدار

گیہوں یا اس کا آٹا نصف صاع یعنی پونے دو سیر چھوہارے یا منقی ایک صاع۔ نصف صاع ایک سیر تین چھٹانک کے قریب ہوتا ہے۔ اگر ان کی قیمت دے دی جائے۔ تو زیادہ بہتر ہے۔

صدقہ فطر کن لوگوں کو دیا جائے

جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہے یا زکوٰۃ فرض نہیں مگر نصاب کے برابر قیمت مال ان کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو۔ بنی ہاشم کے تین خاندان حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد، حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد، ابو طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد، اپنے ماں باپ، دادا، نانا، نانی، اور ان کے اوپر والے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی اور ان کے نیچے والے۔ خاوند بیوی کو، خاوند بیوی کو صدقہ نہ دے کسی کی اُجرت میں بھی صدقہ فطر دینا جائز نہیں۔

بقیہ: امیرالمومنین کے بچوں کی عید

مسرور رہ سکتے ہیں، جب تک میں خود اپنی مثال سے اپنے امراء و عمال کو اس اختیاری فقر و فاقہ پر قائم اور ان کو جائز حدود کے اندر رکھوں، اور دیگر تمام باتوں کو چھوڑ کر صرف ایک اہم ترین فرض خدمت و حفاظت خلق کی بجا آوری میں دن رات لگا رہوں۔ اگر آج میں اپنے نفس یا اپنے اہل خاندان کے لئے اسوہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ذرہ بھر بھی اِدھر اُدھر ہو جاؤں۔ تو میرے عمال میری پیروی کریں گے۔ اور یہ مسرت و خوشی جو آج چار و نطرف تمہیں نظر آ رہی ہے۔ یک قلم کافور ہو جائے گی، فاطمہ! میں تو بنی اُمیہ کے سابقہ مظالم کا ہی کفارہ ادا نہیں کر سکا، چہ جائے کہ اپنی طرف سے مزید بار ملت کی گردن پر رکھنے کا باعث ہوں۔!"

"امیرالمومنین، درست فرماتے ہیں۔ مگر بچے تو اس بات کو نہیں سمجھتے۔ ان کے لئے کم از کم نیا لباس ہو خواہ کم قیمت ہی سہی۔"

بے شک تمہارا یہ کہنا بھی ٹھیک ہے۔ میں ابھی بیت المال کے خزانچی کو ایک رقعہ لکھتا ہوں کہ اس ماہ کا میرا پورا وظیفہ اس دفعہ مجھے پیشگی دے دیا جائے۔ تم اس موقعہ سے بچوں کے کپڑے اور دیگر ضروریات کی ضروری چیزیں خرید لینا۔"

"بہتر ہے جیسا امیرالمومنین خیال فرمائیں۔"

جب رحمت کی گھٹا اٹھتی ہے تو کوہ و دشت کچھ نہیں دیکھتی۔ باران رحمت کا پانی پستی و رفعت سب کو سیراب کر جاتا ہے۔ جب افق مشرق سے آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کی روشنی جہاں پہاڑ کی چوٹیوں کو منور کرتی ہے وہاں ہی پست وادیاں بھی اس کے فیض سے محروم نہیں رہتیں جب کسی قوم کے اقبال و عروج کا دور ہوتا ہے تو پھر اس میں صادق دکنی اور جعفر بنگالی نہیں پیدا ہوتے۔ بلکہ ان میں ہر شخص خالدؓ و ابو عبیدہؓ ہوتا ہے۔ وہ سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ جس مملکت کا حکمران امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیزؒ ہو۔ اس کے بیت المال کا امین کوئی بے ایمان اور خوشامد خورہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امیرالمومنین کے رقعہ کا جواب خزانچی کی طرف سے جلد ہی موصول ہو گیا۔

خزانچی نے لکھا تھا

تعمیل حکم سے انکار نہیں لیکن کیا امیرالمومنین کے پاس اس بات کی کوئی ضمانت ہے کہ وہ اس ماہ ضرور زندہ رہیں گے اور ملت کی خدمت بجا لا کر سالم ماہ گزرنے کے بعد اس وظیفہ کے مستحق ہو جائیں گے۔ اگر اس امر کی کوئی ضمانت نہیں تو پھر بھلا پیشگی وظیفہ کس طرح بیت المال سے دیا جا سکتا ہے۔ بارک اللہ فاطمہ تم نے پڑھ لیا۔ خزانچی بیت المال نے سچ لکھا ہے۔ اس نے مجھے ایک بڑی بھاری غلطی سے بچا لیا۔ اس کے بعد فاطمہ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں کے پرانے کپڑے دھو کر پہنا دیئے۔ جب خود بادشاہِ وقت کا یہ حال تھا تو بھلا دنیا مسرت سے معمور کیوں نہ ہوتی۔

نویدِ عید

حافظ نور محمد انور

عید کا دن ہے مسرت کے خزانوں کی کلید
روزہ داروں کو مبارک ہو نویدِ صبحِ عید

ہر طرف پھیلی ہوئی ہے شادمانی کی ضیا
رحمتِ حق سے منوّر ہو گئی ساری فضا

الفت و اخلاص سے ملتے ہیں باہم اقربا
ہر لبِ مومن سے اٹھتی ہے مبارک کی صدا

جو مہینہ بھر رہے پابندِ روزہ و قیام
ان کو دیتے ہیں فرشتے آج بخشش کا پیام

فیضِ رمضاں سے جو انور خود رہے محروم ہیں
فی الحقیقت آج وہ ناشاد ہیں مغموم ہیں

مولانا عبدالمومن فاروقی

امیرالمومنین کے بچوں کی عید

اموی تاجدار سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کی حیات طیبہ کا ایک روشن پہلو

اقوام عالم جہل وضلالت کی تاریکیوں میں پڑی بھٹک رہی تھیں۔ انسان نے نمرودکشی کی لعنت میں گرفتار ہوکر اپنے اس پیمان ازلی کو جو رب العزت سے عالم ارواح میں باندھ چکا تھا۔ یکسر فراموش کردیا تھا۔ گمراہیوں کے دل کے دل چاروں طرف سے امنڈ امنڈ کر آرہے تھے زبردست آزاد اپنے ظلم وعدوان پر محجوب ہونے کے بجائے علانیہ فخر کرتے تھے۔ اور خداوند قدوس کی یہ وسیع سرزمین بندہ وآقا۔ اور غلام وشہریار کے مصنوعی اور غیرفطری تفوق و امتیازات سے معمور ہورہی تھی۔ اور اس وجہ سے عوام یعنی غربا مساکین کے لئے جہنم زار بن چکی تھی۔ انسان اپنی آبائی شرافت کو یک قلم فراموش کر کے جنگلی درندے اور وحشی جانوروں کے خصائل اختیار کرچکا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسانیت تباہی کے عمیق غارمیں بسرعت چلی جارہی ہے۔ اس وقت ہاں اس وقت جب کہ یہ بیڑا تباہی کے بالکل قریب آن لگا تھا۔ اور ریگستان عرب کی آتش بار سرزمین سے ایک یتیم اور بظاہر بے یار ومددگار انسان نے اپنی آواز ان برائیوں کے خلاف بلند کی اور اس طرح حریت وآزادی اور اخوت ومساوات کا آفتاب کوہ فاراں سے طلوع ہوا۔ اگرچہ ابتدا میں اس آفتاب کو چندے گہن کی حالت میں رہنا پڑا۔

لیکن جلد ہی وہ وقت بھی آگیا کہ جب اس نور ربانی کی عالمتاب شعاعیں ریگ زار عرب سے گزر کر خدا کی اس وسیع سرزمین میں چاروں طرف پھیلنے لگی۔ دردشت وجبل، کوہ و میدان، صحرا وبیابان سے گزرتی ہوئی چار دانگ عالم کو منور کرگئیں تمام وہ تفوق وامتیازات جو باطل کے قائم کئے ہوئے تھے۔ یک قلم موقوف کردیئے تھے۔ ہر برائی کا قلع قمع کرکے نہ صرف انسان بلکہ انسان اور خدا کے مابین اصلی اور حقیقی تعلقات ازسرنو قائم کردیئے۔ نبی امی کی بعثت سے ایک صدی کے اندر اندر عرب سے لے کر وادی اطلانتک اور قسطنطنیہ کی دیواروں سے لے کر دریائے گنگا کے کناروں تک صرف یہی ایک آواز سنائی دیتی تھی۔ اور دنیا کے اس وسیع ترین خطہ کا گوشہ گوشہ حق وصداقت اور عدل وانصاف سے معمور ہوگیا۔

لیکن کس طرح؟ ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت جمہور عامۃ الناس کی تباہی وبربادی کے ذمہ دار صرف دو گروہ تھے۔ ایک تو مذہبی علمار کا طبقہ دوسرا حکمران جماعت ہر ملک اور ہر خطہ میں ان دونوں گروہوں کے چند برسر اقتدار افراد ہر قسم کی بھلائی کو اپنے اور صرف اپنے لئے مخصوص کر لیتے تھے۔ اور اس خصوصیت کو حاصل کرنے کے لئے۔ نفرت انگیز ذرائع اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ ہر دو گروہ کے افراد کا زعم باطل یہ تھا۔ کہ یہ دنیا محض ان کے ہی عیش افراد ان کو قائم رکھنے کے لئے عالم وجود میں آئی ہے۔ ان کو بھول کر بھی یہ کبھی خیال نہیں گزرتا تھا کہ خود ان کا وجود عوام الناس کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا تھا چونکہ ظالم کی مدد کرتا ہے۔ اس لئے ہر دو گروہ کے با اقتدار افراد ایک دوسرے کی امداد کرنے میں بیش از بیش مستعد نظر آتے تھے۔ تاآنکہ دنیا ان کے مظالم سے چیخ اٹھی۔ اور ان کی یہ فریاد عرش عظیم تک جا پہنچی۔ اس قادر قیوم نے اپنے کمزور بے بس بندوں کی فریاد کون سنتا۔ مظالم کے انسداد کے لئے پیغمبر آخرالزماں کو مبعوث فرمایا۔

اسلام دنیا میں آیا اور اولین پیروان اسلام کی عملی زندگی نے اندھی دنیا کی آنکھیں کھول دیں۔ اسلام کے ہمہ رس اثر نے جہاں اور بہت سی نعمات وبرکات سے دنیا کو بہرہ ور کیا وہاں ان دو گروہوں کی بھی ایسی اصلاح کی کہ آج تک دنیا انگشت بدنداں ہے۔ اس بابرکت دور یعنی اسلام کے قرن اوّل میں علمار اور امرا طبقوں میں نفوس قدسیہ پیدا ہوئے۔ کہ جن کی مثال بھی تاریخ اقوام عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور ان میں سے ایک حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی ہیں۔ ان کے وجود باوجود پر اسلام اور مسلمان جتنا بھی فخر وناز کریں بجا اور درست ہے۔

اس وسیع اور عظیم الشان مملکت پر اگرچہ اس وقت کہنے کو صرف ایک انسان کا حکم چلتا تھا۔ لیکن خود اس انسان کے اعمال وافعال خداوند تعالیٰ کے احکام کے تابع فرمان تھے۔ اور یہ انسان فخر وتکبر اور ظلم وعدوان کا پیکر نہیں بلکہ عجز وانکسار اور نیاز وبندگی کا پتلا تھا۔ وہ اس سرزمین پر بسنے والوں کا خدا نہیں بلکہ خادم متصور ہوتا ہے۔ اس لئے ہر طرف سکون واطمینان اور امن وامان کا دور دورہ تھا۔

عیدوں اور تہواروں کے دن ان مسلمانوں کے اسلاف کی طرف سے جو آج افلاس وناداری کے ہاتھوں تنگ ہیں صدقات وخیرات کے تقسیم کرنے کے لئے منادی گلیوں میں ندا دیتے پھرا کرتے تھے۔ کہ ہے کوئی حاجت مند لینے والا اور کسی حاجت مند کے نہ ملنے کی وجہ سے بارہا ان کو مایوس لوٹ جانا پڑتا تھا۔ کیونکہ افلاس وناداری کے ساتھ ساتھ حرص وطمع بھی مقبوضات خلافت اسلامیہ کی حدود سے باہر نکل چکی تھیں۔ فرائض کی ادائیگی کے احساس نے امرار کے قلب و دماغ کو تمام بیرونی اثرات سے آزاد اور تمام آلائشوں صاف کر کے آئینہ بنا دیا تھا۔ جس پر عمر بھر میں کبھی کوئی کدورت نہیں پڑتی تھی۔

عید کا چاند انتہائی فرحت وانبساط اور بے پایاں مسرت وخوشی کا پیغامبر بن کر پورے سو سال سے افق مغرب پر طلوع ہو رہا تھا۔ ہر نیا چاند نئی خوشیاں نئی امیدیں اور علم وعمل میں نئی فتوحات اپنے ساتھ لے کر آتا تھا۔ حسب معمول یہ چاند بھی ملت اسلامیہ کی آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کی صورت میں لے کر طلوع ہوا۔ کیونکہ یہ عید آپ کے عہد میمنت مہد کی اوّلیں عید تھی

ایک حکمراں فاتح اور عادل قوم کے افراد تمام کے تمام ہر ایک متنفس اپنے انتہائی عروج واقبال کے دور میں اپنا سب سے بڑا تہوار منانے کی تیاری میں مشغول تھا۔ قوم کے تمام بچے اس صبح مسرت کا نہایت بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ لباس رنگا رنگ پیراہن بیش قیمت ملبوسات نئی اشیار نئے کھلونوں سے عروس الارض دمشق کے بازار پٹے پڑے تھے۔ اور دھڑا دھڑ خریداری جارہی تھی۔ مقبوضات خلافت اور دارالخلافہ کے تمام گھروں میں مسرت وخوشی کی ایک لہر دوڑ رہی تھی۔ جس سے قصر خلافت کی چہار دیواری ہی کس طرح خالی رہ سکتی تھی۔ امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے نوعمر صاحبزادگان خلیفہ بیگم فاطمہ اموی کے لخت جگر جو خود ایک خلیفہ کی بیٹی دوسرے خلیفہ کی بہن اور تیسرے خلیفہ کی بیگم تھی۔ اپنے ہم عمر اور ہمجولیوں کے لباس ہائے فاخرہ اور رنگا رنگ ملبوسات کو دیکھ کر دوڑے دوڑے گھر آئے۔ اور والدہ بیگم سے اصرار کرنے لگے۔

"اماں! ہم بھی نئے کپڑے پہنیں گے؟

جبہ برادر مغیث کے نئے کپڑے اماں تم نے نہیں دیکھے دوسرے نے کہا اماں میں لاؤں جاکر۔ تم دیکھو گی؟ چھوٹے نے ایک معصومانہ انداز کے ساتھ کہا "ہاں، ہاں بیٹا! میں دیکھوں گی توسہی! لیکن امیرالمومنین تمہارے والد بھی تو آتے ہیں۔ ان سے کہہ کر تمہارے لئے نئے کپڑے ابھی منگوادوں گی۔

"اماں! امیرالمومنین کو بلا لاؤں؟"

"دیکھو، وہ خود ہی ابھی آئے جاتے ہیں۔"

اتنے میں امیرالمومنین بھی تشریف لے آئے بیگم نے دبی زبان سے عرض کیا۔ عید آرہی ہے۔ عید کے دن تمام امت کے بچے اور بڑے بھی نئے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ لیکن امیرالمومنین کے بچوں کے پاس کوئی نیا لباس نہیں ہے۔ بچے اصرار کر رہے ہیں۔ کہ ہم ان پرانے کپڑوں میں عید کی نماز پڑھنے نہیں جائیں گے۔ اس کے جواب میں امیرالمومنین نے کہا "فاطمہ! مجھے اپنی کوئی دنیاوی چیز ان بچوں سے زیادہ پیاری نہیں۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تمہیں معلوم ہی ہے۔ اس کے علاوہ میرے سر پر ذمہ داری کا بھاری بوجھ بھی ہے تم نے ابھی ملت کے عام افراد کی خوشی کا ذکر کیا تھا فاطمہ جمہور رعایا اور عامۃ المسلمین اسی وقت تک خوش اور

(باقی صفحہ پر)

مدینہ طیبہ کے

یتیم کی عید

مولانا احمد سعید صاحبؒ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک دفعہ عیدالفطر کا دوگانہ ادا کرنے کی غرض سے مصلّٰی (عیدگاہ) تشریف لے جا رہے تھے۔ مدینہ کی بعض گلیوں میں سے جب آپ گذر رہے تھے تو آپؐ نے ایک مقام پر بچوں کو دیکھا کہ عید کی خوشی میں مشغول ہیں۔ بچوں پر مسرت اور تروتازگی کے آثار نمایاں ہیں۔ ایک دوسرے کو عید کی مبارکباد اور تہنیت کا پیغام دے رہے ہیں۔ انہیں بچوں میں سے ایک بچہ بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس خاموش بچے کے چہرے پر افسردگی تھی، رنج تھا، چہرے پر اداسی چھا رہی تھی۔ وہ بچہ بچوں میں شریک تھا۔ لیکن اس کا دل غم والم کی کسی ایسی وسیع وادی کے قطع کرنے میں مبتلا تھا جس کے باعث اُسے یہ خبر نہ تھی کہ آج کون سا دن ہے اور میں کہاں ہوں۔ تمام مسرتوں سے یکسر محروم تھا۔ وہ دوسرے بچوں کو ہنستے اور کھیلتے دیکھتا تھا۔ لیکن اس کو یہ خبر نہ تھی یہ کون ہنس رہے ہیں۔ اسے کبھی کبھی دوسروں کے خوش ہونے پر تعجب ہوتا تھا۔ اور وہ حیرت کے ساتھ ایک ایک کا منہ تکتا تھا۔ سیدالمرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ تم اپنی خوشی میں اس بچے کو کیوں شریک نہیں کرتے۔ بچوں نے عرض کیا۔ ہماری تمام کوششیں اور ہماری تمام مساعی بیکار ثابت ہو چکی ہیں۔ ہم جس قدر اس بچہ کو خوش کرنے کی سعی کرتے ہیں اُسی قدر اس کو وحشت اور نفرت بڑھتی ہے۔ ہم اس کے سامنے جب عید کا ذکر کرتے ہیں تو یہ حیرت واستعجاب سے ہمارا منہ تکتا ہے۔ ہم اس کو زیادہ مجبور اس لئے بھی نہیں کرتے کہ اگر ہم اس سے زیادہ کہتے ہیں تو یہ رونا شروع کر دیتا ہے —— سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچوں کی یہ باتیں سننے کے بعد اس مغموم اور رنجیدہ بچہ کی طرف توجہ فرمائی اور اس بچہ سے دریافت کیا۔ صاحبزادے تمہیں خبر ہے آج عید کا دن ہے۔

تم زمانہ جاہلیت میں عید منایا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اس غیر شرعی عید کے بدلے میں تم کو حقیقی عید عطا فرمائی ہے۔ یہ دن خوشی کا ہے مسرت کا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ روزے داروں کو ثواب عطا فرماتا ہے۔ اس غمزدہ بچے نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں سن کر نہایت مغموم لہجہ میں کہا۔ اے نصیحت کرنے والے تجھے میرے مصائب کی خبر نہیں۔ تیری باتیں میرے دل کو اذیت پہنچاتی ہیں۔ تو یہ نصائح کسی اور کو کر۔ تیری تسلیاں مجھے اطمینان نہیں بخش سکتیں چونکہ یہ بچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف نہ تھا اس لئے نہایت ہی بے اعتنائی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کی یہ تمام باتیں سننے کے بعد فرمایا۔ صاحبزادے! وہ تیرے مصائب کیا ہیں؟ وہ صدمہ کون سا ہے جس نے تجھ کو دنیا کی تمام لذتوں اور خوشی کے تمام مواقع سے محروم ومجبور کر دیا ہے۔ بچہ نے کہا۔ اے شخص! میرا باپ ایک غزوہ میں شہید ہو چکا ہے۔ میری ماں نے دوسرا نکاح کر لیا، سوتیلے باپ نے مجھ کو گھر سے نکال دیا ہے۔ میرا باپ ہے اور نہ اس وقت میری کوئی ماں ہے۔ نہ میرے پاس کپڑے ہیں اور نہ میرے کھانے کا کوئی انتظام ہے ایسی حالت میں مجھے عید کی کیا مسرت ہو سکتی ہے۔ عید تو ان بچوں کی ہے جن کو ماں باپ کے آغوش میں تربیت حاصل ہے اور جو کھانے، کپڑے سے بے نیاز ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ کی کی دردناک داستان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ رحمۃ اللعالمین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے بچے! کیا تو اس کو پسند نہیں کرتا کہ تیرے باپ کی بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا باپ ہو جاتے اور ماں کی بجائے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تیری ماں بن جائے، فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تیری بہن اور حسن وحسین (رضی اللہ عنہم) تیرے بھائی ہوں۔ بچہ نے یہ سن کر عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ جیسے باپ پر ہزاروں باپ قربان اور عائشہ صدیقہؓ جیسی ماں پر ہزاروں مائیں نثار اور فاطمہ زہرہؓ اور حسنؓ وحسینؓ پر ہزاروں بھائی بہن قربان میں اس کو پسند ہی نہیں کرتا بلکہ ان ماں باپ، بہن بھائیوں پر فخر کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ کو اپنے ہمراہ لائے اور حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا۔ اس کو کھانا کھلاؤ، کپڑے پہناؤ یہ یتیم ہے اس کی خوشی میں اللہ تعالےٰ کی مسرت پنہاں ہے۔

حضرت عائشہؓ نے بچہ کو کھانا کھلایا، کپڑے پہنائے۔ بچہ کا غم مسرت، اور رنج خوشی سے سے بدل گیا۔ جب دوسرے بچے اس تبدیلی کی وجہ دریافت کرتے تو یہ فخر سے کہا کرتا۔ میں بن باپ کا تھا میرے باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے۔ میری ماں نہ تھی۔ اب میری ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ہیں۔ میرے بہن بھائی نہ تھے اب حضرت فاطمہ زہراؓ اور حسنین رضی اللہ عنہم میرے بھائی اور بہن ہیں۔ میرے پاس کپڑے نہ تھے اب میں نئے کپڑوں سے ملبوس ہوں۔ میں بھوکا تھا لیکن اب میں سیر ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت اور آپؐ کے الطاف کریمانہ نے میرے مصائب و آلام کو مسرت اور شادمانی سے مبدّل کر دیا۔ اب میں جس قدر بھی خوشی کا مظاہرہ کروں وہ کم ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی میں یہ بچہ آپ ہی کے سایۂ عاطفت میں رہا۔ اور آپؐ کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُس کی کفالت فرمائی۔ اور اس کی ضروریات زندگی کا انتظام فرماتے رہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وصال اور آپؓ کی وفات کے بعد یہ بچہ نہایت کرب ومصیبت سے روتا تھا اور کہتا تھا —

إلآن صرت غریبًا الآن صرت فقیرًا الآن صرت یتیمًا۔ میں اس وقت غریب ہو گیا میں آج فقیر ہو گیا۔ میں آج یتیم ہو گیا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کو اہل مدینہ میں یہ لڑکا سب سے زیادہ محسوس کر رہا تھا۔

کاش!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدّس تعلیم سے مسلمان سبق حاصل کریں۔ اور عید کے دن اپنی برادری اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے اہل محلّہ کو فراموش نہ کریں۔ اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کی روایات کو زندہ رکھیں۔

گلے مل رہے ہیں محبت بھرے دل
یہ درسِ اخوت لئے عید آئی
مساوات کا جو سبق دے رہی ہے
پرانی محبت لئے عید آئی

دنیا کی عیدیں ۔۔۔ اور

★ ۔۔۔ اسلامی عیدوں کا امتیاز

(حسامت)

دنیا کی تمام قومیں سال بھر میں ایک دو دن ایسے ضروری سمجھتی ہیں۔ جن میں حسب استطاعت عمدہ لباس زیب تن کیا جائے۔ بہترین غذائیں بہم پہنچائی جائیں۔ اور آبادی کا اکثر حصہ شہر سے باہر جاکر اپنی شوکت اور حیثیت کی نمائش کرے کاروبار بند رکھ کر ہر قسم کے تفریحی کھیلوں میں وقت گذارا جائے۔

ایسا دن مقرر کرنے کے بہت وجوہ ہیں۔ بعض دفعہ وجہ ترجیح اور علت تخصیص کی "ظہور نعمت" ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات "دفع مصیبت" چنانچہ مندرجہ ذیل عیدوں کے اجمالی تذکرہ سے یہ بات بوضاحت ثابت ہوجائیگی

دنیا کی سب سے پہلی عید

(۱) فارس اور عرب کے نساب تقریباً اس امر پر متفق ہیں۔ کہ شہادت ہابیل کے بعد قابیل شرمندہ ہوکر اپنی اولاد کی معیت میں حضرت آدم کی دوسری اولاد سے الگ ہوکر دوسرے علاقہ میں جا بسا عرصۂ دراز گذر جانے کے بعد حضرت آدم و شیث علیہما السلام کی وفات اولاد قابیل آگ کی عبادت کرنے لگے۔ نوبال نامی ایک شخص نے راگ کے قسم قسم کے سامان بناکر قوم میں رفعت حاصل کرلی اور وہ معتوب قوم اسی بدبخت قائد کی ترغیبوں سے طرح طرح کی لغویات میں منہمک ہوگئی۔ قبل از بعثت نوح علیہ السلام کے بقیہ اولاد آدم جو اولاد قابیل سے الگ ہو گئی تھی اور جن کو الگ سکونت اختیار کرنے کی بزرگوں کی طرف سے ہدایت تھی۔ اس قوم کی باگ ڈور ایک مقتدر شخص یارد بن مہلائیل کے ہاتھ میں تھی یہ بزرگ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچویں اور حضرت شیث[ؑ] کے چوتھے وصی اور خلیفہ تھے۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کے والد تھے۔ یارد کے تبلیغی خطبوں اور اصلاحی تقریروں نے اگرچہ لوگوں پر کافی اثر کیا۔ لیکن ایک مفسد گروہ پر جو خلاف ورزی پر تلا ہوا تھا۔ آپ کی مخلصانہ کوششوں نے کوئی اثر نہ کیا۔ اور وہ الاتحاد اولی من الافتراق کا بے محل گیت گاتے ہوئے قوم قابیل سے جا ملا۔ اس قوم کی حسین ترین عورتیں اپنے مردوں کی زشت روئی کے باعث تنگ تھیں۔ اس باغی گروہ کا حسن اور خوبصورتی دیکھ کر ان پر فریفتہ ہوگئیں۔ اور طرح طرح کی بے حیائیوں کا دروازہ کھل گیا۔ اور اس ناجائز اجتماع اور ناجائز خوشی کے دن کو عید کا دن مقرر کیا گیا۔

ہمارے خیال میں عرب اور عجم کی خودساختہ عیدوں کی

یہی پہلی عید ہے۔ اور یہی وہ پہلا دن ہے۔ جس میں اللہ جل جلالہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی گئی۔ زناکاری ہوئی۔ شراب کے دور چلے انہیں ناشائستہ حرکات کی طرف عالم الغیب والشہادۃ نے سورۂ احزاب کے رکوع ۴ میں اشارہ فرمایا۔ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ سلف صالحین میں سے حضرت حکم وغیرہ ایک جماعت نے آیۂ مذکور کی تفسیر میں اسی امر کی تصریح فرمائی ہے۔

فریدوں کی عید

(۲) ضحاک اوّل جو حضرت نوح کے بعد اور ابراہیم علیہ السلام سے پہلے گزرا ہے۔ اور جن کے قتل و غارت کا سلسلہ مصر سے ہند تک پھیلا ہوا تھا۔ فارس اور عرب کی تاریخی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ اس کے مظالم بالخصوص حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد پر بہت زیادہ تھے۔ حق سُبحانہٗ نے اس ظالم کے مظالم سے لوگوں کو محفوظ کرنے کے لئے فریدون بن اثفیان کو ہمت دی اور قوت خداداد سے اس نے سب کو شکست دے دی۔ اس مہم سے فارغ ہوکر فریدوں نے سلسلۂ اوقاف جاری کیا۔ عبادت الٰہی کے احکام نافذ فرمائے اور لوگوں کو باہمی انصاف و احسان کرنے کا حکم دیا۔ اور یوم فتح کو حکماً عید کا دن بنایا۔ یہ عید آج تک مختلف ممالک اور بہت سی اقوام میں مختلف ناموں سے منائی جاتی ہے اور عرب اور فارس میں مہرجان کے نام سے مشہور ہے۔

عاد ثانی کی عید

(۳) قوم ثمود جو ارم کے دوسرے پوتے کے نام سے مشہور ہوئی اور جس کو بعض مؤرخ عاد ثانی کہتے ہیں عرب کے شمال میں پہاڑی علاقہ کے اندر آباد تھی۔ ان کے ہاں قسم قسم کے باغات اور کھیت تھے۔ اور پانی کے چشمے اور عمدہ قسم کی کھجوریں بکثرت تھیں۔ یہ قوم گو سال کے بارہ مہینے عیش میں گذارتی تھی اور بت پرستی رہزنی اور غارتگری اور ہر قسم کی بیحیائیوں میں رات دن منہمک رہتی تھی لیکن سال میں اس کا بھی عید کا دن مقرر تھا۔ اس میں صرف بیحیائی اور بُت پرستی مختلف صورتوں میں ہوتی تھی۔ بیہودہ لوگ اس بدبخت قوم کے پیشوا تھے۔ اور اس عیاش قوم کی باگ ڈور حضرت صالح علیہ السلام کے بجائے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ جو عید کے دن ارتکاب فواحش کی مخصوص ہدائتیں جاری کرتے تھے۔ اور خود ان لغویات میں قوم کی قیادت کرتے تھے۔ اسی عید کے دن حضرت صالح علیہ السلام کو خدائے قدوس نے اونٹنی کا مشہور نشان عنایت فرمایا۔ جس کو محض تعظیم کی غرض سے بیت اللہ اور یداللہ اور روح اللہ کی طرف ناقۃ اللہ کہا گیا ہے۔ اور اسی نشان سے رئیس قوم جندع نامی اور قوم کا ایک حصہ حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب سے باز آیا۔

قوم ابراھیم کی عید

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں جہاں اور مختلف ممالک میں متعدد عیدیں منائی جاتی تھیں اور عیدیں منانا قومی زندگی مقصود ہوتی تھی۔ خود حضرت ابراہیم[ؑ] کی قوم خوب زور شور سے عید مناتی تھی۔ سارا وقت قسم قسم کی بے حیائیوں میں گذرتا تھا سب سے زیادہ زور بُت پرستی پر تھا۔ اور عموماً اس کی شکل آج کل کی غیر مسلم اقوام کی عیدوں سے بہت مشابہ تھی اسی عید کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم نے شرکت کی پُرزور دعوت دی۔ اور حضرت خلیل[ؑ] نے بھی مذہبی تبلیغ کرنے کے خیال سے عید میں جانا منظور کرلیا قوم نے اسی دن اپنی مذہبی خصوصیتیں دکھانے کا وعدہ کیا لیکن راستہ میں جاتے ہوئے آپ غشی کھاکر گر گئے قوم کو ساتھ لے جانے پر بہت اصرار تھا۔ لیکن آپ کی نازک حالت دیکھ کر آپ کو معذور سمجھا اور نہایت بے اعتنائی سے راستہ پر چھوڑ کر میلہ مناتے رہے افاقہ ہونے پر آپ نے واپس آکر وہ کام کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ اور اس کے پورے ہونے کا موقعہ عید کے دن نصیب ہوا۔

مصریوں کی عید

(۵) مصریوں میں عید منانے کا دستور بہت پرانا تھا۔ اور سال میں ایک سے زیادہ عیدیں مناتے تھے۔ لیکن نوروز کی عید خوب زور سے منائی جاتی تھی۔ لوگ دور دور سے اس میلہ پر آتے تھے۔ قرآن نے ان کے اس تہوار کو یوم الزینت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس روز تمام قوم بالخصوص ان کی عورتیں بن سنور کر میلہ میں آتی تھیں۔ اور ہر ایک کو اپنے قدرتی اور بناوٹی محاسن دکھانے کے لئے باریک لباس پہن کر نکلنا لازم تھا مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے بعض عورتیں اپنے جسم کے کچھ حصے کھلے رکھ کر نکلتی تھیں جیسا کہ آج کل بعض اقوام میں دستور ہے۔ بلکہ مسلمانوں میں بھی خود ساختہ تہوار و میں یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ جس نے ماتمی تہوار محرم کا دیکھا ہے۔ اس کو دسویں محرم میں یہ خرافات ضرور نظر آئی ہوگی۔ خصوصاً نبیؐ سے بیحیائی تک اعاذنا اللہ ولکم۔ ان جس روز نوروز کا تہوار منایا جا رہا تھا۔ اسی دن عاشورا کا تہوار بھی تھا۔ جس کی رسم حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ نجات سے پڑ چکی تھی۔ کیونکہ آپ نے خود اس دن روزہ رکھ کر لوگوں کو روزہ رکھنے کی ترغیب دی تھی۔ یہ عید نوروز شمسی حساب سے ہوتی ہے۔ اسی عید کے دن موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے انتخاب کردہ جادوگروں کے مقابلہ میں فتح ہوئی جنہیں ہر قسم کے وعدے دیکر فرعون موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں لایا تھا۔ وہ میدان میں سرنگوں ہوکر ان الفاظ میں

الوہیت رب العالمین کے معترف ہوئے اور فرعون کی دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی اللہ جل جلالہ نے اپنے کلام میں ان کے ایمان کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

مجمیوں کی عید

(۶) منوچہر نامی کے مرنے کے بعد اقلیم بابل پر جب ۱۲ سال قسم قسم کے مظالم ہوتے رہے جن میں افرسیاب نے نمایاں حصہ لیا زو بن طہماسب نے جس روز لوگوں کو ان مظالم سے بچایا۔ اور افرانیا ظالم سکشت خوردہ ترکستان پہنچا نامی زد کو یہ فتح ماہ آبا نماہ میں یوم آبان میں ہوئے مجمیوں نے اس کو ہی عید کا دن ٹھہرایا۔

بنی اسرائیل کی عید

(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ جل جلالہ نے ماہ محرم میں عاشورا کے دن فرعون کے مقابلہ میں فتح عظیم دی۔ اور بنی اسرائیل کی تکالیف کو اس روز دور کیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کو عظمت کا دن خیال فرما کر خدا کا تعالیٰ کا شکر یوں ادا فرمایا کہ اس دن روزہ رکھا اور عبادت میں مصروف رہے۔ اور رات کو عید کے فرائض ولوازم میں مصروف رہے۔ اکل وشرب میں توسیع فرمائی اور خوب سرور کا اظہار فرمایا آپ کے بعد رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری مدینے تک اس دن عید منائی جاتی تھی۔ حضورؐ نے ان کو یہ عید مناتے ہوئے۔ مدینہ منورہ میں دیکھا تو اس کی عظمت کو قائم رکھا (بخاری صفحہ ۲۶۸ جلد اوّل) قریش بھی اس دن کی عزت کرتے تھے۔ ان میں بھی رواج تھا کہ اسی روز کعبہ پر غلاف چڑھاتے تھے۔ (فتح الباری صد ۲۶ جلد ۴) اور وہ بھی اس دن کے وقت روزہ رکھتے تھے۔

اسلامی عیدیں

حضور علیہ السلام جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے وہاں اور چھوٹے چھوٹے تہواروں کے علاوہ نوروز اور مہرجان کے تہوار بھی منائے جاتے تھے۔ اور ان ایام میں عبادت الٰہی کے بجائے سارا وقت خرافات اور لغویات میں صرف ہوتا تھا۔ اور شعائر جاہلیہ کی خوب اشاعت ہوتی تھی۔ اور سارا وقت ناجائز افعال اور مکروہ اشعار میں گذرتا تھا۔ حضورؐ نے ان دونوں کی بجائے عید الفطر اور عید الضحیٰ کا دن مقرر فرمایا۔ اور یہ دو دن بھی درحقیقت اس قاعدہ کے مطابق ہیں۔ شوال کی پہلی تاریخ کو مسلمان ادائیگی فریضہ صوم سے فارغ ہوتے ہیں۔ اور وہ عارضی فرحت جو روزانہ افطار کے وقت روزہ دار کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ حقیقی رنگ میں حاصل ہوجاتی ہے۔ اور فقراء کو بالخصوص اس طریقہ سے خوشی ہوتی ہے۔ کہ ہر غیر مقروض مسلمان جو صدقہ فطر کے ادا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے وہ نہ صرف اپنی بقار زندگی کے شکر میں بلکہ تمام کنبہ کی طرف سے فی کس پونے دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت فقراء کو دیتا ہے۔ اور اسی طرح ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو حضرت

ابراہیمؑ اور ان کے صاحبزادے نے بہت بڑا ایثار کیا تھا مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت فریضہ حج کی ادائیگی سے اسی روز فارغ ہوتی ہے۔ اور جس اجتماع ملی کا حضورؐ

نے درس فرمایا تھا۔ اس کی بہت بڑی نمائش ہر سال اس دن ہوتی ہے۔ تمام ممالک کے باشندے ایک ذکر کرتے ہوئے ایک لباس پہنے ہوئے ایک مکان میں کھڑے نظر

سیّد الاتقیاء اُسوۃ الصّلحاء مہاجر مدنی حضرت

مکتوب

۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء
یوم الاحد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۴ رمضان المبارک
۱۳۸۵ھ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ　　اما بعد

برادر عزیز مولوی عبید اللہ انور سلمکم اللہ

سلام مسنون — مزاج اقدس — حبیب اللہ مکۃ المکرمہ

الحمد للہ رب العالمین بخیر وعافیت اور ہر طرح سے خوش وخورم ہوں رحمت الٰہی سے یقینی توقع ہے کہ انشاء اللہ العزیز آپ سب حضرات بھی بری ہی طرح مع الخیر ہوں گے۔

گذشتہ سال رمضان المبارک سے قبل مکۃ المکرمہ میں جب حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ تو یہاں کی ساری دنیا ہی بدل چکی تھی۔ حرم شریف کے قرب وجوار کے تمام مکانات منہدم ہو چکے تھے داخل حرم کے حجروں کا تو کوئی سوال کی باقی نہیں رہا تھا۔ اس سلسلہ میں کافی دن مجھ کو پریشان ہونا پڑا۔ ایک دن عصر کے بعد مغرب سے ذرا قبل دوران طواف میں ایک بالکل اجنبی آدمی جس سے سابقہ کوئی تعلق و تعارف نہ تھا وہ ملا۔ اور پوچھا کہ المدینۃ المنورہ سے کب آنا ہوا میں نے کہا کہ چند دن ہوتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں کل گذشتہ طائف سے آیا ہوں۔ غالباً رہنے کیلئے تم کو کمرہ چاہیئے میں نے کہا کہ ہاں۔ اسنے کہا کہ مصلی حنفی کے پیچھے میں بیٹھا ہوں۔ طواف کر کے مجھ سے ملاقات کرنا۔ طواف کے بعد وہ میرے ساتھ آیا اور نہایت ہی صاف۔ ستھرا۔ پنکھے اور بجلی والے کمرہ کی چابی میرے حوالہ کردی۔ یہ سب کچھ چند منٹ کی ملاقات میں ہوگیا۔ میری حیرت واستعجاب کی کوئی حد نہ رہی

اور اللہ کا بڑا شکر کیا۔ الحمد للہ الذی یسر لی ہذا العسرۃ شخص کو ماہ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ کے ابتداء میں کہ اسی شخص ایک ہزار پانچسو ریال عربی جس کے تبادلہ میں پاکستانی تین ہزار روپیہ ہوتا ہے کمرہ کے کرایہ کے سلسلہ میں دیا۔ اس نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ میں نے اصرار کیا۔ جتنا میرا اصرار بڑھتا گیا اتنا انکار شدید ہوتا گیا۔ آخر میں اس نے ایک فقرہ ایسا کہا کہ مجبور ہوگیا۔ اس نے کہا کہ شیخ حبیب کیا تم نے مجھ کو ایسا گرا ہوا انسان سمجھا ہے کہ میں تم سے ڈیڑھ ہزار ریال لوں گا اسکے علاوہ بھی اس نے مجھ پر ایسے ہی احسانات ہیں۔ جن کو میں

آتے ہیں۔

یوم جمعہ

عید کا دن چونکہ ہر سال منایا جاتا ہے بار بار خوشی اور فرحت کا اظہار اس روز کیا جاتا ہے۔ گھروں میں ہوٗد کی بتیاں سلگائی جاتی ہیں عطر اور ہر قسم کی خوشبو استعمال ہوتی ہے۔ بدیں وجہ جمعہ کے دن کو بھی ... کہا جاتا ہے۔ حضرت کعب الاحبارؓ نے یہودی قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک ایسی آیت تمہاری کتاب میں ہے۔ اور تمہارے حق میں ہے کہ اگر ہمارے حق میں اترتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو بہت بڑا دن سمجھتے اور ہر سال اس روز عید مناتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار کو اس آیت کے اظہار کا حکم دیا۔ کعب نے مائدہ کے اول رکوع کی تیسری آیت کا مندرجہ تحت حصہ تلاوت کیا۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے وہ دن اور جگہ اور خاص وقت تک معلوم ہے۔ اور اس وقت کا سارا نقشہ اس وقت تک میرے دماغ میں موجود ہے۔ اس دن ہماری قدرتی دو عیدیں ہیں ایک جمعہ جو ہر ہفتہ میں ایک بار منائی جاتی ہے اور دوسرا عرفہ جو سال میں ایک دفعہ نہایت عظیم الشان کامیابی کے ساتھ انشاءاللہ قیامت تک منایا جائیگا۔

عید کے امتیازی نشان

عید کے امتیازی نشانات جس قدر صحیح تھے۔ ان کو حضور علیہ السلام نے خود رواج دیا۔ قرآن کریم نے صحیح نشانات کو علی سبیل الاختصار زینتؐ اور اجتماعؑ میں منحصر فرمایا ہے جیسا کہ يوم الزينة وان يحشر الناس آپ عمدہ لباس پہن کر عیدین تشریف لے جاتے تھے۔ دوستوں کو ترغیب دیتے تھے۔ ایک دفعہ عمدہ لباس مدینہ منورہ میں بک رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال پیدا ہوا کہ حضور علیہ السلام کے لئے خرید لیا جائے تاکہ آپ جمعہ اور عید کے دن زیب تن فرمائیں۔ حضورؐ کو جب کپڑے کی نوعیت معلوم ہوئی تو فرمایا کہ یہ گو عمدہ لباس ہے لیکن اس کا پہننا رضائے الٰہی کے خلاف ہے شرعاً مذموم ہے۔ اور اجتماع پر اس قدر زور دیا کہ جن کو عیدگاہ میں قدم رکھنا ممنوع ہے اور جو ابھی تک کسی حکم شرعی کے مکلف بھی نہیں ہیں۔ ان کو بھی ہدایت فرمائی کہ وہ بھی مسلمانوں کے اس اجتماع میں شریک ہوں اور جاتے وقت اور آتے وقت ایک مقرر راستہ سے آئیں اور چونکہ ہر ایک قوم کو اس اجتماع سے مقصود دوسری متمدن قوموں پر اپنی شوکت قائم کرنی ہوتی ہے۔ اپنے جمعیت سے مخالفین کو مرعوب کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور اپنی حیثیت دوسری قوموں پر واضح کرنی غرض اصلی اس اجتماع کی ہوتی ہے۔ لہذا حضورؐ نے بھی اس متفق غرض کو بدرجہ اتم ثابت کرنے کی طرف اپنی پیروی کرنے والوں کو ہدایت فرمائی۔ اور خود وفات تک یہ عمل جاری رکھا کہ جس راستہ سے جائیں آتے وقت دوسرے راستہ سے آئیں تاکہ ہر دونوں راستوں پر جو مخالفین موجود ہوں۔ ان پر شوکت اسلامیہ ثابت ہو

(بخاری جلد اوّل) اور اس اجتماع اور زینت کی طرف اسلامی امتیاز پر زور دیا۔ آپ نے مخصوص طریق سے مسلمانوں کو عبادت کرنے کی بہت ہدایت کی۔

[حضر]ت مولانا حبیب اللہ مدظلہ العالی کا
[مکتو]بِ حبیب

تحریر نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کبھی ملاقات کرائی تو زبانی بتاؤنگا رمضان المبارک سے ایک دن پیشتر وہ شخص اشراق کے وقت مجھ سے ملاقات کیلئے آیا۔ اتفاق سے ٹھیک اسی وقت میں کمرہ سے باہر گیا تھا وہ لکھکر چھوڑ گیا۔ سیدی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حيئت لزيارتكم فلم اجدكم ويطلب الدعاء

رشید فارسی۔

میں نماز عشاء کے قریب اس سے ملا۔ پوچھا کیسے آنا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ میں معلم ہوں اور اب چند سال سے میرا معلمی کا کام کچھ مندا پڑ گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری کچھ مدد کرو۔ میں نے کہا کہ تعجب ہے معلم ہوکر اسنے میرا ساتھ ایسا احسان مفت کیا ہے معلموں کی فطرت تو ایسی ہوتی ہے کہ اگر پہاڑ بھی مل جائے تو ہضم کر جائیں اور ڈکار نہ لیں بہرحال هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ اب تو اسکا حق ہم پر ہو گیا۔ اس نے کہا کہ رسالہ خدام الدین میں اشتہار دیدو اسکے بعد جو اللہ کو منظور ہوگا ہو جائیگا۔ میں نے اس کی اس تجویز سے ساتھ اتفاق کیا۔ اشتہار بھیج رہا ہوں۔ اسے رسالہ خدام الدین میں دو ماہ تک باقاعدہ شائع کردیں۔ جو اجرت اشتہار کی ہوگی اس سے مجھ کو مطلع کیا جائے۔ اجرت اشتہار میرے ذمہ ہے۔ انشاءاللہ العزیز ضرور ادا کرونگا۔

آپ دونوں برادران عزیز کیلئے دن رات کعبۃ اللہ شریف کے طواف کے ہر چکر میں اور طواف کے بغیر بھی دعاء خیر کرتا رہتا ہوں۔ اور دعاء کا امیدوار بھی ہوں۔ اللهم ايدني وايدا خواني بروح القدس۔

انشاءاللہ العزیز اس مقدس مقام پر کی ہوئیں دعائیں ضرور اپنا اثر دنیا و آخرت میں لائیں گی۔ ہمشیرہ صاحبہ اور ان کے سب بچوں کو اور عزیزی اجمل سلمہٗ اللہ تعالیٰ و عزیزی اکمل سلمہٗ اللہ تعالیٰ و طاہرہ بی بی اور برادر عزیز مولوی حمید اللہ سلمہٗ اللہ اسکی اہلیہ اور بچوں کو۔ اور سب حضرات احباب کرام و پرسان حال کو سلام مسنون۔

رسالہ خدام الدین اب پتہ ذیل پر روانہ کریں۔

حبیب اللہ۔ صندوق البريد ۲۹۶۔ عزة شارع النور مكة المكرمة۔

جب مولوی حمید اللہ سلمہٗ حج کیلئے آئے تھے تو انہیں زبانی بہت تاکید کی تھی کہ پرچہ اس پتہ پر جاری کرائیں۔ غالباً وہ بھول گئے ہیں۔ اب نہ بھولنا۔

مسنون طریق

امام اعظمؒ نے عیدین کی نماز کو واجب ٹھہرایا۔ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے خطبہ مقرر فرمایا اور بڑے بڑے قومی امور عیدگاہ میں طے ہوتے تھے۔ اگر جہادِ اصغر کے لیے کوئی گروہ بھیجنا ضروری ہوتا تھا۔ تو اس کا فیصلہ وہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح دیگر تمام اہم کاموں کی ہدایت وہاں ہوتی تھی۔ اور خاص خاص جنگی کھیل اسی روز ہوتے تھے اور خود حضور علیہ السلام نے مجاہدانہ کھیل ملاحظہ فرما کر مجاہدین کی ہمتیں بڑھائیں۔ اور عید الفطر کی نماز سے قبل کوئی میٹھی چیز تناول فرماتے تھے۔ خصوصیت سے کھجوریں لا یغدو یوم الفطر حتیٰ یاکل تمرات (بخاری ص۱۳۰ جلد اول) تمام لوگ ایک جگہ اکٹھے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ آج جس طرح اور ہر بات میں حضورؐ کی مخالفت ہو رہی ہے۔ نمازِ عیدین بھی وہی مخالف موجود ہے۔ کوئی کسی مسجد میں چار آدمیوں کو ساتھ لے کر نمازِ عید پڑھا رہا ہے۔ کوئی اور جگہ یومِ اجتماع کو یومِ افتراق بنا تا ہوا نظر آتا ہے۔ تکبیرات زائدہ میں گو صحابہ کرام کا اختلاف ہے۔ تابعین میں اختلاف ہے۔ ائمہ اربعہ میں اتفاق نہیں غالباً حضور کی دونوں ادائیں ہیں۔ ایک کو حجازیوں نے پسند فرما لیا اور دوسری کو عراقیوں نے بالخصوص حضرت امام اعظمؒ نے۔ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ پہلی رکعت میں قبل از فاتحہ ۳ تکبیرات زائد ہیں۔ اور دوسری میں بعد از قراءت قبل از رکوع ۳ تکبیرات زائد ہیں۔ حضرت موسیٰ اشعری اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مسلک نقل فرمایا ہے۔ یہ تکبیرات زائد واجب ہیں۔ ان تکبیرات کے کہنے کے وقت ہاتھ کھلے رکھنے چاہئیں۔ افسوس کہ بعض بلکہ اکثر تکبیرات زائد کہنے کے وقت ہاتھ ایسے بند رکھتے ہیں۔ جس طرح نمازِ جنازہ میں شرعاً بند رکھنے کا حکم ہے۔

ہولی کی ابتدا

ہولی کی ابتدا کے متعلق ہندوستان کے مختلف حصص میں مختلف اعتقادات ہیں۔ عام اعتقاد یہ ہے۔ کہ ایک دیوانی ہو دایا ہولیکا نامی نے ہندو تثلیث کے تین آنکھوں والے دیوتا شیوجی کی خوب پوجا پاٹ کی اور اس سے بچن لیا کہ کسی جگہ موسم میں کسی ہتھیار سے کوئی اس کی جان نہ لے سکے۔ البتہ ایک خاص مہینہ کے ایک خاص دن میں بچے اسے مار سکیں۔ موت کے ڈر سے اس دیوانی نے ہر بچہ کو پکڑ کر مارنا شروع کیا۔ لیکن بچے دیوتاؤں کی مدد سے اس کی گرفت سے بچ کے نکل بھاگتے اور ایک انہوں نے اسے پکڑ کے مار ڈالا اور اسے لکڑیوں اور ارنوں اپلوں کے ڈھیر میں جلا کر خاک کر ڈالا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ہولا کا روزانہ بچے ہڑپ کر جاتی۔ لوگوں نے ایک راکشش بادشاہ سے التجا کی اس نے حکم دیا کہ وہ صرف ایک بچہ روزانہ کھایا کرے اور لوگ خود قرعہ اندازی کر کے وہ بچہ اس کے حوالہ کر دیا کریں۔ ایک روز ایک بڑھیا کے اکلوتے پوتے کی نوبت آگئی۔ جسے اگلے روز صبح کو اس بھتنی کے بھینٹ چڑھنا تھا۔ وہ بڑھیا چاروں طرف روتی پھر رہی تھی۔ کہ اسے ایک رشی ملے۔ انہوں نے بتایا کہ اس سے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر بچے اس پر گالی گلوچ کی بوچھاڑ شروع کر دیں۔ تو وہ مر جائے گی۔ چنانچہ بڑھیا نے لڑکوں کی ایک فوج اکٹھی کی جنہوں نے اگلے روز اس بھتنی کے آنے پر ایسا ہلڑ مچایا کہ وہ وہیں مر کے گر پڑی۔ لڑکوں نے لکڑیاں وغیرہ جمع کر کے اسے وہیں جلا ڈالا۔

جنوبی ہند کے لوگوں کا عقیدہ

جنوبی ہند میں یہ اعتقاد ہے کہ شوجی گیان میں عرصہ سے اٹل قدرڈ و بے بیٹھے تھے۔ کہ ان کے فرائضِ منصبی میں خلل پڑ رہا تھا۔ ایک موقع پر ان کا جگانا ضروری سمجھا گیا۔ لیکن دیوتا دوسروں کو ہی کہتے رہے۔ کہ وہ جا کے انہیں جگائیں۔ خود جانے کی کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی کیونکہ جب شوجی نے اپنی تیسری آنکھ کھولی تھی۔ تو تریپور کو جلا ڈالا تھا۔ آخر شوجی کے سپرد یہ کام ہوا۔ انہوں نے کام دیو کو ابھارا کہ وہ اپنا ایک تیر شوجی کی آنکھ میں رسید کرے۔ سادہ لوح کام دیو نے کمان کھینچ کر ایک تیر چلایا۔ دیوتا نے غصہ میں اپنی آتش بار آنکھ کھولی اور کام دیو کو جلا کے راکھ کر ڈالی۔ رتی کام دیو کی ستری نے شوجی کے غصہ کو دھیما کیا اور اس کی درخواست پر کام دیو زندہ کر دیا گیا۔ لیکن اسے اندھا رکھا گیا۔ غالباً اس وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ عشق کا دیوتا اندھا ہے اور یہی ردبیوں کا اعتقاد ہے۔

شمالی ہند کا دستور

شمالی ہند میں اس تہوار کو کرشن جی کی ذات سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے پتنا اسر کو مارا تھا۔ جسے ان کے ماموں کنس نے بھیجا تھا۔ کہ وہ کرشن جی کو زہر پلا دے۔ لیکن کرشن جی نے اسے مار ڈالا۔ بندرا ابن کے بچے لکڑیاں لے لے کر بھاگے اور انہوں نے اس اسری کو الاؤ میں جلا ڈالا۔ چنانچہ اس میں کرشن بال لیلا کھیلی جاتی ہیں۔

ایک روایت ہے کہ ایک راکشش بادشاہ کا لڑکا پرہلاد بچپن ہی سے کرشن جی کی پوجا کرتا تھا۔ جو باپ کو بری معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ اس نے طرح طرح کے جتن کیے کہ لڑکا باز آ جائے۔ اسے پہاڑ پر سے لڑھکا دیا۔ دریا میں ڈبویا۔ ہاتھی کے پاؤں تلے روندوایا۔ لیکن لڑکا کرشن جی کا نام جپ جپ کے ہر مرتبہ بچ گیا۔ اس پر پرہلاد کی پھوپھی نے اسے مارنے کا بیڑا اٹھایا اپنے بازوؤں میں اٹھا کے ایک آگ کے الاؤ میں ڈال دیا۔ لیکن لوگ حیران رہ گئے کہ لڑکا تو بھلا چنگا رہا مگر وہ راکشش آگ میں جل کے خاکستر ہو گئی ہولی اسی موقعہ کی یادگار ہے۔

بنگال کی ہولی

بنگال میں ۴ - ۵ دن بڑی خوشی میں گزارے جاتے ہیں۔ آخری دن کرشن جی کی مورتی کو ایک ڈولی میں لٹکا کر جلوس نکالا جاتا ہے۔ مورتی سارے جلوس کے راستہ جھومتی رہتی ہے۔ دن بھر منہ پر گلال ملے جاتے ہیں۔ رات کو آگ جلائی جاتی ہے۔ عورتیں آتی ہیں۔ آگ طواف کر کے کچھ پوجا کرتی ہیں۔ اور راکھ اپنے ہاتھوں پر لگا کے ہولی ماتا کے آگے ہاتھ جوڑتی ہیں۔ کہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے پاپ بھی جل کر رہ جائیں۔ غالباً ہولی کا ابتدائی منشا یہ ہوگا کہ جاڑا گیا اور اب آگ سے تاپنے کی ضرورت نہیں رہی۔

رومیوں میں بھی اس طرح کا ایک جشن منایا جاتا تھا۔ جو انہی دنوں میں ہوا کرتا تھا۔ جن میں ہولی منائی جاتی ہے۔

عیسائیوں کی عید

عیسائیوں میں بڑے دن میں بڑی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ یہ دن حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے اعزاز میں منایا جاتا ہے۔ انجیل کے مطابق ان دنوں ہیرودیس کی حکومت تھی۔ اچانک ایک لڑکی کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس لڑکی کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ اس لڑکی کے ماں باپ کون تھے۔ اور اس کے کوئی بہن بھائی بھی تھا یا نہیں۔ وہ خاموش طبیعت کی خوبصورت لڑکی تھی۔ اور غالباً اس کی عمر اس وقت ۱۶ یا ۱۷ برس کی تھی۔ سرہال کین مشہور عیسائی مصنف لکھتا ہے۔ کہ مشرق کے طریقہ پر وہ کنواری کہلاتی تھی۔ اور اس کا نام مریم تھا۔ مریم کی منگنی یوسف نجار سے ہوئی تھی۔ اور وہ داؤد کی نسل سے تھا۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ وہ منگنی کے وقت بڈھا تھا۔ اور اس کی پہلی بیوی سے لڑکیاں اور لڑکے موجود تھے۔ لیکن انجیل سے اس کی تائید نہیں ہوتی غالباً وہ جوان ہی تھا۔ روح القدس نے مریم کو حاملہ کر دیا۔ اور ایک فرشتہ نے یوسف پر ظاہر ہو کے اسے ہدایت کی کہ وہ مریم سے شادی کرنے سے جھجکے کیونکہ اسے روح القدس کا حمل ہے۔ اور اس کا لڑکا لوگوں کو گناہوں سے نجات دینے والا ہے۔

تھوڑے دنوں کے بعد رومی شہنشاہ اگسطس نے حکم جاری کیا کہ ہر شخص پر ٹیکس لگایا جائے اور ہر شخص اپنے اپنے شہر میں جائے۔ چنانچہ یوسف و مریم بیت اللحم گئے ۹۵ میل کا فاصلہ تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ دونوں ایسے وقت وہاں پہنچے جب سرائیں بھر چکی تھیں۔ اور انہیں اونٹوں کے اصطبل میں جگہ ملی مریم ایک کھرلی (دتھان) میں بستر بچھا کے لیٹ گئی۔ زمانہ حمل پورا ہو چکا تھا۔ وہیں۔ اس کے بچہ ہوا فلسطین کے جنگل میں گڈریوں نے آسمان میں روشنی دیکھی اور ایک فرشتہ کی آواز سنی کہ داؤد کے شہر میں یسوع مسیح نجات دہندہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ ایک کھرلی میں زچہ خانہ کے کپڑوں میں لیٹا ہوا ملے گا۔ فرشتوں نے خدا کی تعریف اور دنیا دی امن و امان کے متعلق ایک گیت گایا۔ گڈریے بیت اللحم میں گئے اور انہوں نے اس بچہ کو دیکھا اور واپسی پر انہوں نے ہر ایک کو یہ خوشخبری دی۔ بابل کے علاقہ میں تین چارواناؤں کو علم نجوم سے واقفیت تھی۔ انہوں نے آسمان میں یسوع کا ستارہ چمکتا دیکھا۔ ان کے علم کے مطابق ہر انسانی روح بلکہ نیک روح کا ایک ستارہ آسمان میں چمکا کرتا ہے انہوں

سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری

فضل و رحمت کی گھنگھور گھٹائیں

لوگ کہتے ہیں ایمان نعمتِ عظمیٰ ہے، اسلام رحمت کبریٰ ہے، بجا کہتے ہیں۔ لیکن اسی پر بس نہیں! اسلام رحمتوں کا محیط مرکز ہے۔ یہاں رحمتیں اترتی ہیں۔ برستی ہیں۔ نورِ ایمان سے اپنے قلب کو منور کرلو۔ رحمتوں کا ابرِ محیط تم پر سایہ گستر ہوجائے گا۔ فضلِ الٰہی کی بارش شروع ہوجائے گی۔ موسلا دھار بارش! اسلام کا دامن تھام لو۔ اور رحمتِ خداوندی کے انمول موتیوں سے اپنا دامن بھر لو۔

ع مسلمانو! یہ موتی رول لو جن کے لٹانے کو
عرب کا ادر عجم خسرو عالی مقام آیا

خدائے رحمٰن و رحیم سب سے اول خدائے لم یزل کی ذات رحیم و کریم ہے۔ اسلام کے صحیفۂ ہدایت کتاب اللہ کی ابتداء ہی اس رحمت کا اعلان عام ہے۔

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہر کارِ خیر کی ابتداء ہی حق تعالیٰ کی اس شانِ رحمت پر نظر رکھیں اور زبان سے کہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

رسولؐ رؤف و رحیم: خدائے رحیم و کریم کے بعد اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات رؤف و رحیم ہے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم (توبہ ۱۶)

(لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ایک رسولؐ آئے ہیں تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے اور وہ تمہاری بہتری پر حریص ہیں اور اہلِ ایمان پر بڑے ہی شفیق اور خاص مہربان ہیں) رسولِ کریمؐ کی ذاتِ اقدس سراپا رحمت ہے ایسی رحمت جو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں تمام کائنات کو محیط ہے۔ ہمارا آقا صرف ہمارے لئے رحیم و کریم نہیں۔ بلکہ اپنے پرائے سب کے لئے ابرِ رحمت ہے جو دوست دشمن سب پر یکساں برستا ہے۔

ع وہ آقا جس کی رحمت نے اگر اپنوں کو ڈھانپا ہے
تو اوقاتِ مصیبت میں پرایوں کے بھی کام آیا

ہمارا آقا سراپا رحمتِ عالم ہے بلکہ رحمۃ للعالمین ہے۔ ذاتِ پاک رب العالمین نے انہیں اسی لقب سے یاد کرتی ہے۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (انبیاء ۷) اے حبیب کریم! ہم نے تمہیں کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

بہرحال مسلم کا خدا رحیم ہے۔ تو رسولِ خدا بھی رحیم! ع

یا رب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم!

رحمت کی گھٹا! یوں تو خدائے رحیم کی شانِ رحمت کے مظاہر بے حد بے شمار ہیں۔ لیکن اس ماہِ مبارک میں فیضانِ کریمی کا پرجوش مظاہرہ اپنی نظیر آپ ہے۔ خدائے تعالیٰ کی رحمت جو ہر دم ہر پل اور ہر گھڑی اپنی مخلوق کو اپنے دامن میں لئے رہتی ہے۔ ماہِ رمضان میں ساون کی گھٹا بن کر چھا جاتی ہے۔ اور پورے تیس دن رات صبح و شام برابر برستی رہتی ہے۔ آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنۃ و غلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ (متفق علیہ)

جب رمضان شروع ہوتا ہے۔ تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری مسلم)

یوں تو یہ ماہِ مبارک سراپا رحمت ہے۔ تاہم مندرجہ ذیل چند افضل و عظیم الشان رحمتوں کی دولتِ عظمیٰ سے اس رحمت بھرے مہینہ کا دامن مالا مال ہے۔

پہلی رحمت کتاب اللہ

ع وہ حکمت عرش سے اتری زباں پر جس کے کھلتے ہیں
اخوت اور مساوات اور آزادی کا نام آیا

سب سے اوّل اور برتر رحمت یہ ہے کہ کتاب حکیم اسی ماہ مبارک میں نازل ہوئی۔ وہ کتاب حکیم! جسے خدائے عز و جل حکیم رحمت قرار دے رہے ہیں۔

لقد جاءکم بینۃ من ربکم وھدی ورحمۃ (انعام ع ۲) الم تلک اٰیٰت الکتٰب الحکیم ھدی ورحمۃ للمحسنین (لقمان)

سو آچکی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت یہ کتاب حکیم کی آیتیں ہیں۔ جو محسنین کے لئے ہدایت و رحمت ہیں

ہدایت عالم اور رحمت عامہ کا یہ پیغام اسی رحمت بھرے مہینہ میں محسن و مسلم بندوں کا ملنا شروع ہوا۔

ومن قام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (متفق علیہ)

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا (جو) لوگوں کے لئے ہدایت اور (حق و باطل کے درمیان) فرق (امتیاز کرنے کے روشن دلائل ہیں۔ ع

تعالیٰ شانہٗ ماہِ صیامِ پاک کا رتبہ
کیا اللہ نے قرآن کو نازل اس مہینے میں
وہ قرآن! ہاں وہی قرآن جو سراپا ہدایت ہے
جو عالم میں تمیزِ حق و باطل کی علامت ہے
وہ فرقان وھدیٰ کی بینات ظاہر و باہر
جو کانِ معرفت ہے۔ جانِ اعجاز و کرامت ہے

سبحان اللہ! اس ماہ مبارک کی رفعت شان و عظمت کے کیا کہنے۔ جس میں اللہ پاک کا یہ پاک کلام اور ہدایت کا یہ ربانی پیغام نازل ہوا۔ وہ پیغامِ حق جو خلق خدا کے لئے دینوی فوز و فلاح کا ضامن اور اخروی نجات کا ذمہ دار ہے۔

اس ماہ مبارک کو صرف نزولِ اجلالِ قرآن ہی کا شرف حاصل نہیں بلکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ صحف ابراہیمی اور تورات اور انجیل سب کا نزول رمضان ہی میں ہوا۔

دوسری رحمت: کتاب اللہ کی سالگرہ: تراویح

عطائے نعمتِ قرآں کا ہم پہ شکر ہے لازم
مناسب ہے یہی ہوں دن کو صائم رات کو قائم

چونکہ اس ماہ مبارک کو کلام اللہ سے خاص مناسبت اور خصوصیت ہے اور اسی ماہ مبارک میں کتاب اللہ کا نزول لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر دفعتہ ہوگیا۔ پھر حسب حالات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر تھوڑا تھوڑا حصہ نازل ہوتا رہا۔ اس لئے یہ ماہ مبارک اللہ کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کا مہینہ ہے۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام ہر رمضان میں نازل شدہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے۔ اور حضرت جبریل امین کو سناتے تھے۔ اور آنحضرت کی امت کو اسی لئے اس مہینے میں تراویح کا حکم ہوا۔ تاکہ افراد امت بھی قرآن سنیں۔ سنائیں۔ اور کتاب اللہ کی تلاوت و سماعت کا حق ادا کریں۔

تراویح مستقل رحمت خداوندی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

ومن قام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (متفق علیہ)

اور جو شخص رمضان میں (عبادت تراویح وغیرہ کے لئے) ایمان اور طلب ثواب کی نیت کے ساتھ کھڑا ہو۔ اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (بخاری مسلم وغیرہ)

تیسری رحمت روزہ

جب اس ماہ مبارک کے فضائل مخصوصہ اور محاسنِ عظیمہ کا یہ حال ہے۔ تو اس کا روزہ امتِ مسلمہ پر فرض ہے۔

فمن شهد منكم الشهر فليصمه (بقرہ ع ۲۳)

پس تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے ضرور اس کے روزے رکھے روزہ حق تعالیٰ کو بہت بڑی نعمت اور خاص الخاص رحمت ہے۔ ارشاد رسولؐ ہے۔

من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه

جس نے ایمان اور حصولِ ثواب کی غرض سے ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے (بخاری و مسلم)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

آدمی کے سب اعمال حسنہ کا ثواب دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لیکن روزہ (کہ اس کے ثواب کی کوئی حد اور مقدار نہیں) کیونکہ روزہ میرے لئے ہے۔ اور میں ہی اس کی (خاص) جزا دوں گا۔ روزہ دار نے میرے لئے کھانا پینا اور خواہش نفسانی کو ترک کیا۔

نیز فرمایا کہ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی (دنیا میں) بوقت افطار۔ اور ایک خوشی (آخرت میں) رب کی ملاقات کے وقت۔ اور روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے (دنیا میں گناہوں سے اور آخرت میں نار جہنم سے) (بخاری۔ مسلم وغیرہ)

ـــ عمل جو ابنِ آدم کا ہے بہرہ ابنِ آدم ہے
مگر صوم اس کا بے شک از پئے معبودِ عالم ہے
زہے قسمت خدا خود ہے جزائے صوم اے صائم
سپر ہے جس کی روزہ کیا اسے خوفِ جہنم ہے
یقیناً ہے شفائے رُوح و جسم آدمی روزہ
مگر یہ شرط ہے روزہ ہو اس کا واقعی روزہ
زبان و چشم و گوش و دست و پا نفس و دلِ انساں
سراپا اتقا بن جائیں جس میں ہے وہی روزہ

چوتھی رحمت لیلۃ القدر

رحمت و برکت کے مہینے میں ایک خاص رحمت پروردگار شب قدر ہے جس کی جلالت قدر کا یہ حال ہے کہ ہزار مہینوں سے بہتر و برتر ہے گویا اس رات میں عبادت کا ثواب ۳۰ ہزار راتوں کی عبادت کے ثواب سے زیادہ ہے۔

اسی لیلہ مبارکہ میں کتاب اللہ کا نزول اجلال ہوا اور اس رحمت بھری رات میں انوار باطنی اور روحانی برکات وخیرات کا خاص نزول ہوتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۗ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ هِىَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ ہم نے اس (قرآن کریم) کو شب قدر میں (لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر) اتارا۔ اور آپ کو کیا علم ہے کہ کیا ہے شب قدر؟ (سنیئے) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور روح المقدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) اپنے رب کے حکم سے زمین پر (آج کی مبارک رات) ہر کارِ خیر پر سلامتی ہے (اور یہ مبارک) شب صبح (صادق) طلوع ہونے تک ہے۔

خاص الخاص الطاف ربانی اور عظیم الشان خیر و برکت کا یہ سلسلہ سرِ شام ہے۔ طلوع فجر اور صبح صادق تک قائم رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے۔

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (متفق علیہ)

جو شخص شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ (عبادت کے لئے) کھڑا ہو۔ اس کے تمام گزشتہ بخش دیئے گئے (بخاری مسلم وغیرہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ شب قدر میں جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جلو میں اترتے ہیں۔ اور ہر اس بندے پر جو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر خدا کا ذکر اور عبادت کرتا ہو۔ صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ یعنی اس کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ (بیہقی)

شب قدر کون سی شب ہے

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔ لیلۃ القدر کو ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات میں حضرت ابی بن کعبؓ نے حلفاً کہا کہ شب قدر ماہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے

پانچویں رحمت عید الفطر

اس مبارک مہینے کی آخری رحمت عید مبارک ہے۔

گو عید ماہ شوال کی پہلی کو ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ انعام ہے رمضان المبارک کے روزوں کا۔ اس لئے ہم اسے اس کو ماہِ مبارک ہی کی رحمتوں میں شمار کرتے ہیں۔ روزہ۔ تلاوت قرآن۔ تراویح۔ قیام۔ شب قدر وغیرہ تمام امور مجاہدات ہیں۔ اور مجاہدہ کا ثمر ہوتا ہے۔ مشاہدہ! چنانچہ عید مشاہدۂ حق ہے۔ اس روز بندۂ عاجز نہا دھو۔ صاف ستھرا ہو کر خوشبو وغیرہ مل کر اپنے رب العزت سے ملاقات کرتا ہے۔ چونکہ یہ مشاہدہ اور ملاقات کا دن ہے۔ اسی لئے اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ حدیث شریف ہے کہ:۔

(عید الفطر) کے دن رب العزت ملائکہ کے سامنے اپنے بندوں کے سبب سے فخر کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اے میرے فرشتو جس مزدور نے اپنا کام پورا کر دیا ہو۔ اس کی اجرت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے! اس کی اجرت یہ ہے کہ اس کو پورا معاوضہ دے دیا جائے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میرے فرشتو میرے بندوں اور میری بندیوں نے میرا فرض جو ان پر تھا پورا کر دیا۔ پھر (گھروں سے عیدگاہ کی طرف) نکلے۔ دعا کے لئے آواز بلند کرتے ہوئے مجھے اپنی عزت و جلال اور کرم، علوِ شان اور عظمت سلطان کی قسم! کہ میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا۔ پھر خدا فرماتا ہے۔ میرے بندو! لوٹ جاؤ۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔

فرمایا رسول اللہؐ نے پس وہ (عیدگاہ سے) لوٹتے ہیں اس حال میں کہ ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (بیہقی)

یہ اخص و اعظم رحمتیں ہیں۔ جو فضل و رحمت کے اس مہینے میں بارگاہ رب العزت سے عنایت فرمائی گئی ہیں مبارک و خوش بخت ہیں وہ بندگان خدا! جو ان اعلیٰ و ارفع نعمتوں سے متمتع ان عظیم الشان اور جلیل القدر رحمتوں سے بہرہ یاب ہوں۔ اور فضلِ عمیم و احسانِ عظیم کی اس موسلا دھار بارش میں اپنے اعمال و کردار کی ترستی جلتی اور جھلستی کھیتیاں سیراب و شاداب اور سرسبز آباد کر لیں۔

اور محروم و بدنصیب ہیں وہ لوگ! خیر و برکت اور فضل و رحمت کے اس بے حساب اعطار اور الطاف و عنایات ربانی کی اس عام "لوٹ" میں بھی خالی ہاتھ اور تہی دامن رہے جیسا کہ حدیثِ نبوی میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

یہ مہینہ (رمضان المبارک) تمہارے پاس آیا ہے اس میں ایک رات ہے۔ ہزاروں مہینوں میں بہتر! جو شخص اس سے محروم رہا۔ وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا۔ اور اس کی خیر و برکت سے صرف بے نصیب ہی محروم رہتا ہے۔ (ابن ماجہ)

رحم آتا ہے۔ ان بندگان خدا پر! جو فضل و رحمت کی ان گھنگھور گھٹاؤں میں بھی تشنہ لب اور جاں بلب رہے۔ اور جن کی سیرت و کردار کی کھیتیاں اس خوشگوار موسم۔ اس موسلا دھار بارش اور ان سازگار حالات میں بھی خشک ہو کر اڑ گئیں۔ برباد ہو کر رہ گئیں۔ ـــ

موسم اچھا! پانی وافر! مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان

خدا ہم سب کو اس ماہ مبارک کے فیوض سے مستفیض اور برکات سے بہرہ یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے لطف و کرم اور فضل و احسان سے محروم نہ کرے۔ آمین۔

بقیہ: صدقہ فطر

جو ان کے مالداروں سے لیا جائے۔ اور ان کے محتاجوں کو دیا جائے۔

سورۂ حشر کی ایک آیت کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ۔ "تاکہ مال تمہارے سرمایہ داروں کے درمیان ہی نہ پھرتا رہے"۔

شاید اسی لئے صدقہ فطر کا حکم دیتے ہوئے یہ اندازِ بیان اختیار فرمایا۔

وَاَغْنُوْهُمْ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ۔

آج یعنی عید الفطر کے دن ان کو غنی کر دو۔ تاکہ یہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں اور ناداری سے نجات پاکر عید کی مادی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ و

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

حافظ عبدالمجید صاحب بھاکری ۔ قاری ریڈیو پاکستان لاہور

صدقہ فطر

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد :۔

اسلام دینِ فطرت کی حیثیت سے انسان کے اخلاق سنوارنے کے ساتھ ہی اس کے دل میں احکامِ خداوندی کی عظمت اور مخلوق پر شفقت اور رحمت کی جو تعلیم دیتا ہے وہ اسی کا حصّہ ہے۔ اسلام جسم کی پاکیزگی کے ساتھ ہی روح کی طہارت کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ بلکہ یہ جسم کو اس حد تک مشقّت کا عادی بناتا ہے کہ انسان کا نفس اس کے روح کے مقتضیات پر غالب نہ آسکے۔

اسلام دن رات کی نمازوں کے ذریعہ انسان کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اپنے مالک کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی تلقین کرتا ہے تاکہ انسان ایک ساعت کے لئے بھی اُس کی یاد سے غافل نہ ہو۔

ایک سچا مسلمان تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد بارگاہ رب العزّت میں اپنی عاجزی اور انکساری کا اعتراف کرتا ہے۔ اُس سے راہ نمائی اور پناہ مانگتا ہے۔ مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے بارے میں اُس سے وعدہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی نماز کے ہر آخری حصہ میں عہد کرتا ہے

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ

میری زبان، میری جان اور میرا مال اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے جو کچھ بھی کرسکے گا وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاطر وقف اور قربان ہے۔

دعائے قنوت میں بھی یہی اقرار کرتا ہے وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ ۔ مالک! تیری ناشکری اور کفر کرنے والوں سے ہمارا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔ ہم تیرا ہی شکر ادا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شکر ہی انسان کو ملنے والی نعمتوں میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ ارشاد ربّانی ہے :۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝ (پ ۱۳ ۔ سورۃ ابراہیم آیت ۷)

ترجمہ : اس وقت کو یاد کرو۔ جب تمہارے رب نے سنا دیا ہے کہ میرا شکر ادا کروگے تو اور زیادہ دوں گا۔ اور اگر میری ناشکری کروگے تو یاد رکھو میرا عذاب بھی سخت ہے۔

صدقہ فطر ایک حیثیت سے تو بارگاہِ رب العزّت میں اظہارِ تشکّر کا عملی ذریعہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے واسطے سے ہمارے دلوں میں نیکی اور ایثار کا ایک بہترین جذبہ پرورش پاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے معاشرہ کے پریشان اور مفلوک الحال افراد کی کچھ نہ کچھ تسکین بھی ہو سکتی ہے۔ اور وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہونے کے قابل ہوسکتے ہیں۔ گو عید کی حقیقی خوشی تو مال و دولت سے قطع نظر تزکیہ روح اور رضائے خداوندی اور تقوے کے حصول پر منحصر ہے۔

حکیم انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کی حکمت کے بارے میں فرمایا :۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکوٰۃَ الْفِطْرِ طُھْرَۃً لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَۃً لِّلْمَسَاکِیْنَ ۔

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر فرض فرمایا۔ جو روزہ دار کے لئے بے ہودہ اور فحش کلام سے پاک ہونے اور مسکینوں کے لئے کھانا وغیرہ مہیّا ہونے کا ذریعہ ہے یعنی رمضان میں حالتِ روزہ میں کوئی ایسی بات زبان سے صادر ہو گئی جو آدابِ روزہ کے خلاف تھی تو صدقۂ فطر اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا صدقہ فطر کے بغیر روزے اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوتے۔

صدقہ فطر ہر چھوٹے بڑے مرد اور عورت کی طرف سے ادا کرنا ضروری ہے۔ البتہ وہ لوگ مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جو انتہائی نادار اور تنگدست ہوں۔

جس شخص نے روزے نہ بھی رکھے ہوں لیکن اتنا مالدار ہو کہ بغیر کسی تکلیف کے صدقہ ادا کر سکتا ہو۔ اُس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔

زکوٰۃ کی طرح صدقہ فطر بھی اپنے ہی شہر یا بستی کے مسکینوں کو دے دینا زیادہ بہتر ہے کئی آدمیوں کا صدقہ جمع کرکے ایک آدمی کو اور اسی طرح فردِ واحد کا صدقہ مختلف افراد میں تقسیم کر دینا بھی جائز ہے۔

محتاج بہن بھائی، ساس سسر اور ان کی اولاد کو صدقہ فطر دے دینے میں کوئی حرج نہیں۔

صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کر دینا بہتر ہے۔ اگر کسی وجہ سے دیر ہو گئی ہو تو نماز عید کے بعد حتی الامکان جلدی ادا کر دینا ضروری ہے۔

صدقہ فطر پیشہ ور گداگروں کو دینے کے بجائے ایسے افراد کو دینا زیادہ بہتر ہے جو دینی علوم پڑھنے اور پڑھانے میں مصروف ہوں۔ اور جنہوں نے اپنے آپ کو دین و ملّت، ملک اور اخلاق کی خاطر وقف کر دیا ہو۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمَاھُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ۔ (البقرہ ۲۷۳)

ترجمہ : صدقات ان لوگوں کے لئے ہیں جو حاجت مند ہیں اور اللہ کی راہ میں محصور ہو گئے ہیں۔ عادتاً زمین میں چل پھر کر تجارت وغیرہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کا سوال نہ کرنے سے ناواقف انہیں مالدار سمجھتا ہے۔ تو انہیں ان کے چہروں سے پہچان لے گا۔ وہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر نہیں مانگتے اور مال میں سے تم جو بھی خرچ کروگے اللہ تعالےٰ اسے خوب جانتا ہے۔

موطا امام مالکؒ میں صدقہ فطر کو زکوٰۃ الفطر کہا گیا ہے اور زکوٰۃ کا معنیٰ ہے پاک و صاف کرنا صدقہ فطر گویا اپنے مالک کے شکر کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔ روزوں کا کفارہ ہے۔ پاکیزگی اور نفاست کا باعث ہے۔

علاوہ ازیں

اسلام چونکہ دین فطرت ہے۔ اس لئے اس نے انسان کی معاشی ضرورتوں کو بھی انتہائی اہمیت دی ہے اور اسے حل کرنے کو دین کا جز قرار دیا ہے۔

اسلام نے زندگی کا جو جامع اور مختصر پروگرام پیش کیا ہے۔ اُس میں صدقہ اور خیرات کی صورت میں زیادہ سے زیادہ مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اسلامی نظریہ حیات کا ایک رجحان یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں یہ عادت راسخ کی جائے کہ معاشرے کے افراد کی امداد کرنا اور ملک و ملّت کے اجتماعی منصوبوں کے لئے خرچ کرنا اپنا فرض سمجھیں۔ ایک حدیث میں ہے :

"اللہ تعالےٰ نے اُن پر صدقہ فرض کیا ہے

۱۶

ایم عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی شیخوپورہ

آخری الہامی کتاب

درخشندہ حقائق و معارف

الہامی کتابوں میں قرآن مجید آخری کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی۔ قرآن مجید آنحضرت صلعم پر ۲۳ سال کی مدّت میں آہستہ آہستہ حسبِ ضرورت نازل ہوتا رہا پہلی وحی غارِ حرا میں ہوئی۔ حضرت جبرئیل ؑ امین قرآن مجید لے کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ کچھ سورتیں مکّہ معظمہ میں نازل ہوئیں۔ انہیں مکّی سورتیں کہتے ہیں۔ اور کچھ مدینہ منوّرہ میں اتریں۔ اُن سورتوں کو مدنی کہتے ہیں۔ بعض سورتیں بڑی لمبی ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ۔ سورۃ آل عمران وغیرہ، بعض سورتیں بڑی چھوٹی اور مختصر ہیں۔ جیسے سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر۔

مکّی سورتوں میں تبلیغ دین کے خیال سے تنبیہ اور انداز کا پہلو نمایاں ہے۔ بہشت۔ اور دوزخ، حشر اور نشر کا ذکر کر کے ترغیب و ترہیب کا انداز اختیار فرمایا ہے۔

مدنی سورتوں میں احکامِ دین، حسنِ معاملہ اُمورِ سلطنت اور ملکی قوانین و تعزیرات کا ذکر ہے۔

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب الہامی ہے۔ جیسے جیسے کوئی سورۃ یا آیت نازل ہوتی تھی۔ ساتھ ہی اس کا مقام اور محل بنا دیا جاتا تھا۔ اس ترتیب میں نہ نبی کے ارادے اور منشا کو دخل ہے نہ کسی صحابی کو، یہ ترتیب حکمِ الٰہی اور منشائے ایزدی سے جنابِ رسالت مآب صلعم کے دستِ مبارک سے عمل میں آئی تھی

تلاوت کی سہولت کے پیشِ نظر قرآن مجید کو ۳۰ پاروں اور سات منزلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر پارے میں مختلف رکوع ہیں کسی پارے میں کم کسی میں زیادہ چونکہ آخری پارے میں سورتیں مختصر اور چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اور ہر سورہ ایک رکوع کی ہے۔ اس لئے اس پارے کی تعداد رکوع سب سے زیادہ ہے۔ ہر رکوع میں چند آیات ہیں۔ یہ سب کچھ تلاوت کرنیوالوں کی آسانی اور سہولت کے لئے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد میں قرآن مجید کے حروف کے نقطے اور زبریں زیریں وغیرہ موجود نہ تھے اس زمانہ کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لکھتے وقت صرف حروف کی شکلیں لکھ دینا کافی سمجھا جاتا تھا۔ عرب تو محاورے سے پڑھ لیتے تھے۔ لیکن دوسرے لوگوں کے لئے پڑھنا بڑا مشکل تھا۔ قرآن مجید کا پڑھنا سہل اور آسان بنانے کے لئے حرفوں کے نقطے، اور زبر، زیر، پیش وغیرہ لکھنے کا سہرا عراق کے نامور صوبائی حکمران حجاج بن یوسف کے سر ہے۔ یہ مردِ مجاہد بنو امیّہ کے عہد میں مشرقِ وسطیٰ کا وائسرائے اور کمانڈر تھا۔ اور شمشیر و سناں کا دھنی ہونے کے ساتھ علوم و معارف کے بہرہ وافر کا مالک تھا۔

قرآن مجید اپنی زبان، اپنے پیغام، اپنے اندازِ بیان اور طرزِ استدلال کے لحاظ سے بےنظیر کتاب ہے۔ زبان ایسی میٹھی اور شیریں ہے۔ کہ اس کی نثر پر سو شاعری قربان، پیغام اتنا انقلاب انگیز اور سحر آفریں ہے کہ دنیا کے ساحر اور انقلابی انگشت بدنداں نظر آتے ہیں۔ اس کا اندازِ بیان اتنا اچھوتا اور طرزِ استدلال اتنا نرالا ہے۔ کہ علمی دنیا ورطۂ حیرت میں غرق ہے۔ قرآن کی زبان ایک معجزہ ہے اس کی نثر کے سامنے کہنہ مشق شاعروں کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ اس کے پیغام نے ذہنوں اور دماغوں میں اتنا بڑا انقلاب پیدا کیا۔ کہ عرب کے صحرا نشین اور شتربان قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے وارث ٹھہرے۔ اس کے اندازِ بیان اور طرزِ استدلال کی بدولت کتنے ہی علوم معرضِ وجود میں آکر پروان چڑھے اور عربی زبان و ادب کی زینت بنے۔

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خدائے رحمان نے اٹھایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ پ۱۴ ع ۱ (ترجمہ) بے شک ہم نے قرآن مجید (جو کتاب عبرت و نصیحت ہے) نازل فرمایا اور ہم خود اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔

حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ نے اس کی اشاعت کو عام کرنے کے لئے عہد نبوی کے قرآن مجید کی نقلیں کرا کے عالم اسلامی میں نشر کر دیں۔ ان بزرگوں کو قرآن مجید جمع کرنے، ترتیب دینے یا لکھوانے کی ابتدا کرنے میں کوئی دخل نہیں جامع قرآن حضرت عثمان رضؓ نہیں خود خدائے رحمان ہے جس نے اعلان فرما دیا۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ پ۲۹ ع ۱۷ (ترجمہ) یعنی قرآن مجید کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارا ذمہ ہے۔

قرآن مجید نے تمام اجتماعی مسائل کو بڑی خوبی سے سلجھایا جائے قرآن مجید نے ایک نیا معاشرہ پیدا کیا۔ اس معاشرے کو نئے اقتصادی، سماجی اور معاشی اصول عطا کئے۔ قرآن ایک نیا آئین لے کر آیا۔ جس نے انسانیت کو معراجِ کمال تک پہنچا دیا۔ قرآن مجید نے ایک ایسے نظامِ حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ جس میں ایک مزدور سے لے کر حکمران تک سب برابر کے حصہ دار اور شریک ہیں۔ جہاں مزدور اس لئے ذلیل نہیں کہ وہ غریب مزدور ہے۔ بلکہ وہ ایک قابلِ عزت شہری ہے جو حلال کی روزی کماتا ہے۔ اس حکومت میں حکمران اس لئے معزز نہیں کہ وہ حکمران ہے۔ بلکہ وہ اس لئے معزز ہے کہ وہ رعایا کا خیر خواہ اور غمگسار ہے

قرآن مجید نے دولت کو عزت کا معیار نہیں ٹھہرایا بلکہ ذاتی عمل اور انفرادی کردار و سیرت کو معیارِ شرافت و بزرگی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید پیغامِ رحمت ہے۔ رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قوموں کی کامیابی کا ضامن ہے، امن و سلامتی کا علمبردار ہے، قرآن مجید حریت و مساوات کا داعی ہے۔ اس نے کالے اور گورے کے اختلافات کو یک قلم مٹا دیا۔

یہ نیکی اور دینداری کا مبلغ ہے۔ قرآن مجید افراد و اقوام کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتا ہے۔ قرآن مجید علم و حکمت اور معرفت و دانش کی کتاب ہے۔ اس میں فلسفہ الٰہیات بھی ہے۔ اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب سے بحث بھی، قرآن مجید انسانی نفسیات سے بحث بھی کرتا ہے۔ اور اجتماعی الجھنوں کی گرہ کشائی بھی اس کا موضوع ہے اسرارِ حیات اور رموزِ کائنات بھی قرآن میں موجود ہیں۔ یہ کتاب نَذِیْرًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ہے۔

غرضیکہ ہر قسم کے انسان کے لئے اس کتاب پاک میں ایک درسِ عبرت و موعظت موجود ہے۔ دیدۂ بینا چاہیے۔ جو اس خزینۂ علم و حکمت کو غور سے پڑھے اور اپنے من کی دنیا کو بدل کر دھرتی میں ایک انقلاب انگیز معاشرہ پیدا کر دے۔

(پروفیسر فضل اقبال صدیقی ایم۔ اے)

قرآن کی دعوت

بالفاظ حضرت مولانا آزاد رحؒ

کوئی بات قرآن کے صفحوں پر اس درجہ نمایاں نہیں ہے۔ جس قدر یہ بات ہے اس نے بار بار صاف اور قطعی لفظوں میں اس حقیقت کا اعلان کر دیا ہے۔ کہ وہ کسی نئی مذہبی گروہ بندی کی دعوت لے کر نہیں آیا ہے۔ بلکہ چاہتا ہے کہ تمام مذہبی گروہ بندیوں کی جنگ و نزاع سے دنیا کو نجات دلا دے اور سب کو اسی ایک راہ پر جمع کر دے۔ جو سب کی متفقہ اور مشترک راہ ہے۔

وہ بار بار کہتا ہے۔ جس راہ کی میں دعوت

ہوں وہ کوئی نئی راہ نہیں ہے۔ اور نہ سچائی کی راہ نئی ہوسکتی ہے یہ وہی راہ ہے۔ جو اوّل روز سے موجود ہے۔ اور تمام مذہب کے داعیوں نے اُسی کی طرف بلایا ہے۔

اسی لئے اُس کی دعوت کی پہلی بنیاد ہی یہ ہے کہ تمام بانیانِ مذاہب کی یکساں طور پر تصدیق کی جائے۔ یعنی یقین کیا جائے کہ سب حق پر تھے۔ سب خدا کی سچائی کے پیغامبر تھے۔ سب نے ایک ہی اصل وقانون کی تعلیم دی۔ اور سب کی اُس متفقہ تعلیم پر کاربند ہونا ہی ہدایت وسعادت کی تنہا راہ ہے۔

وہ کہتا ہے۔ اگر تمہیں اِس بات سے انکار نہیں کہ تمام کارخانۂ ہستی کا خالق ایک ہی خالق ہے اور اُسی کی پروردگاری یکساں طور پر، ہر مخلوق کی پرورش کر رہی ہے۔ تو پھر تمہیں اس بات سے کیوں انکار ہو کہ اس کی روحانی سچائی کا قانون بھی ایک ہی ہے۔ اور ایک ہی طرح پر تمام نوعِ انسانی کو دیا گیا ہے۔

وہ کہتا ہے تم سب کا پروردگار ایک ہے تم سب ایک ہی خدا کے نام لیوا ہو، تم سب کے رہنماؤں نے تمہیں ایک ہی راہ دکھلائی ہے۔ پھر یہ کیسی گمراہی کی انتہا اور عقل کی موت ہے کہ رشتہ ایک ہے مقصد ایک ہے۔ راہ ایک ہے۔ لیکن ہر گروہ دوسرے کا دشمن ہے۔ اور ہر انسان دوسرے انسان سے متنفر، اور پھر یہ تمام جنگ ونزاع کس کے نام پر کی جا رہی ہے؟ اسی خدا کے نام پر اور اسی خدا کے دین کے نام پر، جس نے سب کو ایک ہی چوکھٹ پر جھکایا تھا۔ اور سب کو ایک ہی رشتۂ اخوت میں جکڑ دیا تھا

قرآن نے ہدایت وتذکیر امم کے لئے جن جن اصلوں پر زور دیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں اصل پچھلی قوموں کے ایام و وقائع اور ان کے نتائج ہیں۔ وہ کہتا ہے۔ کائنات ہستی کے ہر گوشے کی طرح قوموں اور جماعتوں کے لئے بھی خدا کا قانون سعادت وشقاوت ایک ہی ہے۔ اور ہر عہد اور ہر ملک میں ایک ہی طرح کے احکام ونتائج رکھتا ہے اُس کے احکام میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور اس کے نتائج ہمیشہ اور ہر حال میں اٹل ہیں۔ جس طرح سنکھیا کی تاثیر اس لئے بدلی نہیں جا سکتی کہ وہ کس عہد اور کس سن میں استعمال کی گئی۔ اس طرح قوموں اور جماعتوں کے اعمال کے نتائج بھی اس لئے متغیر نہیں ہو سکتے کہ اس ملک میں پیش آئے۔ اگر ماضی میں ہمیشہ شہد، شہد کا خاصہ رکھتا آیا ہے۔ اور سنکھیا کی تاثیر سنکھیا ہی کی رہی ہے تو مستقبل میں بھی ہمیشہ شہد، شہد ہی رہے گا۔ اور سنکھیا کی تاثیر سنکھیا ہی کی ہوگی۔ پس جو کچھ ماضی میں پیش آچکا ہے۔ ضروری ہے۔ کہ مستقبل میں بھی پیش آئے۔

چنانچہ وہ ایک طرف تو انعام یافتہ جماعتوں کی کامرانیوں کا بار بار ذکر کرتا ہے۔ دوسری طرف مغضوب اور گمراہ جماعتوں کی محرومیوں کی سرگذشتیں بار بار سناتا ہے۔ پھر جا بجا ان سے عبرت وبصیرت کے نتائج اخذ کرتا ہے۔ جن پر اقوام وجماعات کا عروج وزوال موقوف ہے۔ وہ کھول کھول کر تبلاتا ہے۔ کہ انعام یافتہ جماعتوں کی سعادت وکامرانی اِن ان اعمال کا انعام تھے۔ اور مغضوب وگمراہ جماعتوں کی شقاوت ومحرومی ان ان بدعملیوں کی پاداشں تھی۔ اچھے نتائج کو انعام کہتا ہے کیونکہ یہ فطرت الٰہی کی قبولیت ہے برے نتائج کو غضب کہتا ہے۔ کیونکہ یہ قانونِ الٰہی کی پاداش ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا۔
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

قرآن نور ہے۔ قرآن بُرہان ہے۔ قرآن فُرقان ہے۔ قرآن ہدایت۔ شفار۔ رحمت اور موعظت ہے قرآن امام، بشیر اور نذیر ہے۔ قرآن ذکر۔ بصائر اور قول فصیل ہے۔ قرآن عزیز حکیم عظیم اور مجید ہے۔ قرآن مہیمن ہے اور قرآن تبیاناً لکل شیٔ ہے۔ قرآن صراطِ مستقیم ہے۔ قرآن خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہ پرحکمت وعظ ہے۔ جو تاثیر ودل نشینی قرآن کی نثر میں اس درجہ پائی جاتی ہے۔ وہ ساری دنیا کے شاعر مل کر بھی اپنے کلاموں کے مجموعہ میں پیدا نہیں کر سکتے۔ قرآنِ کریم دل کی قساوت دور کرنے کا بڑا قوی نسخہ ہے۔ اور دل میں نور کرنے کے لئے نہایت روشن شمع ہے۔

اس کے پڑھنے سے دل پر خوف طاری ہوتا ہے۔ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ذکر الٰہی سے دل نرم ہوتے ہیں۔ اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ پڑھنے والا خدا سے ہم کلام ہوتا ہے۔ معرفتِ ربّانی اور رشد و اصلاح کی طرف رہبری کرتا ہے اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

قرآن کی تلاوت پر ہر ہر حرف کے بدلہ دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس سے زیادہ برکت والی کون سی کتاب ہو سکتی ہے؟

قرآنی علوم کا دریائے ناپید کنار کس کی مٹھی میں آسکتا ہے؟ اور کس بشر کی طاقت ہے کہ وہ اس رب العزت کے سمندر کو ایک کوزہ میں بند کر سکے۔ لیکن قرآن کے اعجازوں میں سے شائد یہ بھی ایک اعجاز ہے۔ کہ وہ جس قدر مشکل ہے۔ اسی قدر آسان بھی ہے۔ جتنا طویل وعریض ہے اتنا ہی مختصر بھی ہے۔

قرآن اور آنحضرتؐ کے الہامی بیان نے عرب بدوؤں پر ایک ایسی عجیب وغریب تاثیر کی کہ اس سے ان کی تمام ظاہری وباطنی حالتیں بدل گئیں۔ برسوں کے بھٹکے ہوئے خدا کی راہ پر چل نکلے۔ اور مدتوں کے سوئے ہوئے۔ غفلت کی نیند سے چونک پڑے۔ جو مشرک تھے۔ موحد ہو گئے۔ جو کافر تھے۔ وہ ایمان لائے۔ جو بُت پرست تھے وہ بُت شکن بن گئے۔ جو گمراہ تھے۔ وہ رہبر بن گئے۔ جاہلانہ حمیت اور وحشیانہ عصبیت کا ان میں نام نہ رہا۔ خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتیں جاتی رہیں۔ دماغ نخوت وغرور سے خالی ہو گئے۔ اور ان کے دل صبر وتوکل، حلم وبردباری، زہد وپرہیز گاری اور جمیع اخلاقی صفات سے بھر گئے۔ بت خانوں کا نشان مٹ گیا۔ آتشکدے ٹھنڈے پڑ گئے۔ تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا اور اوہام پرستی کا باطل خیال مٹ گیا

قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادا ہوتا تو وہ بھی متکلّم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا

تعلیم القرآن

(۱) حق بات کہو۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا۔

(۲) عہد پورا کرو۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ۔

(۳) نیک کام میں مدد کرو۔ وَتَعَاوَنُوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی

(۴) ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔

(۵) قرابت داروں کے حقوق ادا کرو۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ۔

(۶) عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔

(۷) مرد وعورت کا درجہ۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ۔

(۸) تعداد ازدواج اور عدل وانصاف

(۹) نکاح بیوگان۔ وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰی۔

(۱۰) عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ۔

(۱۱) عورتوں کو عملی تاکید۔ عورت اور عمل صالح عورتوں کو معقول بات کرنے کا حکم۔ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ۔

(۱۲) توبہ کرو تاکہ فلاح حاصل ہو۔ خدا کا ذکر کثرت سے کرو۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا۔

(۱۳) حقوق اللہ وحقوق العباد کی تاکید۔

(۱۴) غیر مسلموں سے حُسنِ سلوک۔ متعصب غیر مسلموں سے قطع تعلق کا حکم ہے۔

(۱۵) اس کتاب میں تہذیب اخلاق وتمدّن اصولِ حکمت وسیاست۔ ترقئ روحانیت۔ تزکیہ نفوس تنویر قلوب۔

(۱۶) قرآن حکیم نہ صرف ایک مذہبی اور روحانی رہنمائی کی کتاب ہے۔ بلکہ وہ انسان کی ہر معاشی۔ اقتصادی معاشرتی۔ سیاسی اور بین الاقوامی ضرورت کے لئے مکمل قانون پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم ایک مرقع فطرت

ہے۔ جس میں انسان کے فطری داعیوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

جس قوم یا جماعت کے پاس ایسا مکمل ضابطہ ہو کیا وہ دنیا میں خاسر و ناکام ہو سکتا ہے۔ قرآن اقوام عالم کے جملہ اختلافات کو مٹاتا ہے۔

قرآن انقلابات عظیم لے کر آیا اور لوگوں کے فکر و خیال، دل و دماغ اور عزائم و اعمال پر اس قدر اثر انداز ہوا۔ کہ انسانیت کی کایا پلٹ گئی اور مطالعہ و نظر کی دنیا یکسر بدل گئی۔ اس نے نہ صرف قوموں کے رجحانات کو یکسر بدل ڈالا۔ بلکہ افراد کی نفسیات تک تبدیل کر دیں۔ انہیں حریت فکر و نظر سے نوازا اور انسانیت کے مقام کو اعلیٰ ترین کر دیا۔

قرآن حکیم خدا کے عطایا میں سب سے بڑا عطیہ ہے اور اس کی نعمتوں میں سے سب سے اونچی نعمت و رحمت ہے۔ یہ لیلۃ القدر کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر تمام و کمال اس موجودہ ترتیب سے نازل ہوا اور اسی روز سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات آنحضرت صلعم پر غار حرا میں نازل ہوئیں۔

اس کتاب کی ہر آیت محکم ہے۔ الفاظ اس لئے کہ ہمیشہ تبدیل و تحریف سے محفوظ رہیں گے۔ علوم اس لئے کہ تمام تر عقل و حکمت کے موافق ہیں۔ احکام اس وجہ سے کہ آئندہ کوئی دوسری ناسخ کتاب آنے والی نہیں، اخبار و قصص اس طرح کہ ٹھیک ٹھیک واقعہ کے مطابق ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خدائے علیم و حکیم نے اس کو اپنے علم کامل کے زور سے اتارا ہے۔

اس محکم اور مفصّل کتاب اتارنے کا بڑا مقصد یہ ہے۔ کہ دنیا کو صرف خدائے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے اور اس کے طریقے سکھائے جائیں کیونکہ خداوند عزّ وجلّ زبردست ہے اس لئے اس کتاب کے احکام پھیل کر اور نافذ ہو کر رہیں گے کوئی مقابل و مزاحم اس کے شیوع و نفاذ کو روک نہیں سکتا اور وہ حکیم ہے۔ اس لئے دنیا کی کوئی کتاب اس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

وہ تمام عالم کے حالات سے باخبر ہے۔ اور ان کی پکار سنتا ہے اس لئے عین ضرورت کے وقت خاتم النبیین صلعم کو قرآن دے کر اور عالم کے لئے رحمت کبریٰ بنا کر بھیج دیا۔

قرآن کی بزرگی اور عظمت شان کا کیا کہنا۔ جس نے آ کر سب کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ اور اپنی اعجازی قوت اور لامحدود اسرار و معارف سے دنیا کو محو حیرت بنا دیا۔ یہی بزرگی دالا قرآن بذات خود شاہد ہے کہ اس کے اندر کوئی نقص و عیب نہیں نہ کہیں انگلی رکھنے کی جگہ ہے۔ لیکن منکرین اس کو قبول نہیں کرتے

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

پ ۲۷ ع۔ قرآن سے نصیحت حاصل کرنا بڑا آسان ہے کیونکہ جو مضامین ترغیب و ترہیب اور انذار و تبشیر سے متعلق ہیں۔ وہ بالکل صاف سہل اور مؤثر ہیں۔ پر کوئی سوچنے سمجھنے کا ارادہ کرے تو سمجھے۔

انسان کی بساط اور ظرف پر خیال کرو۔ اور علوم القرآن کے اس دریائے ناپیدا کنار کو دیکھو۔ بلا شبہ ایسی ضعیف البنیان ہستی کو آسمانوں اور پہاڑوں سے زیادہ بھاری چیز کا حامل بنا دینا رحمٰن کا کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ کہاں بشر کہاں خدا؟

قرآن اپنی قدر و منزلت کے اعتبار سے بہت قیمتی اور وزندار اور اپنی کیفیات و موازم کے اعتبار سے بہت بھاری اور گرانبار ہے۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں بے شک قرآن اشرف الکتب ہے۔ اور اشرف اللغات سے۔ اشرف الرسل (محمدؐ) پر اشرف الملائکہ (جبریلؑ) کے توسّط سے اشرف قطعۂ زمین (مکہ معظمہ، مدینہ منورہ) میں نازل ہوا ہے۔ اور اس کی ابتدا اشرف ماہ (رمضان) میں ہوئی۔ لہذا یہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل ہے۔

قرآن کی سالگرہ رمضان شریف ہے۔ رمضان شریف کے مہینہ میں لیلۃ القدر کو اس کا نزول ہوا۔ جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے قرآن اور رمضان میں ایک خاص تعلق ہے۔ آپ کو رمضان شریف قرآن پاک کی تلاوت اور اس کے ذکر و فکر میں گذارنا چاہیئے۔ نماز تراویح میں حفاظ سے قرآن سننے کا انتظام فرمائیں۔ اور رمضان المبارک کو اپنے اپنے شہروں میں جہاد کی یاد تازہ کرائیں۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ دن کو روزہ رکھا۔ رات کو عبادت کی اور لیلۃ القدر کو قیام کیا۔ اس کے تمام پہلے گناہ بخش دیئے جائینگے۔

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مصلح، ایک مجاہد، ایک ولی

نور الحق قریشی ایم اے۔ ایل ایل بی

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب بدر کے مقام پر کفر و اسلام میں پہلا معرکہ ہوا تو رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا اسی طرح جب حضرت مولانا احمد علی مرحوم کا انتقال ہوا تو رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی اور دن بھی جمعہ کا تھا۔ اس لحاظ سے مولانا مرحوم کو ایک شہید کا رتبہ اور ایک مجاہد کا مقام حاصل ہے۔

مولانا مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلو ہیں جن میں سیاسی مذہبی، علمی اور اصلاحی پہلو نمایاں ہیں سیاسی معاملات و نظریات میں آپ اس مکتب فکر سے متعلق تھے۔ جس کے نزدیک انگریز کے خلاف تحریری و تقریری جہاد اسلام کی بڑی خدمت تھی انگریز کے خلاف بغاوت اسلام کی وفاداری کے مترادف تھی۔ چنانچہ اس پاداش میں بعض کو جلا وطن کر دیا گیا بعض کو عبرت ناک سزائیں دے کر شہید کر دیا گیا جو زندہ بچ رہے وہ ساری زندگی انگریز کے مغضوب رہے اور فرنگی قوم نے ان پر ہی نہیں بلکہ ان کی نسلوں تک کا عرصۂ حیات تنگ کر دیا اس فہرست میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

✸ ✸ ✸

آپ کا مذہبی و روحانی تعلق بھی اسی مکتب فکر سے تھا چنانچہ مولانا تاج محمود امروٹیؒ، حضرت دین پوریؒ اور حضرت شیخ اسلام مولانا مدنیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا مرحوم کا یہ انتخاب اس لیے صحیح اور مناسب تھا کہ اسلام میں سیاست و مذہب کی کوئی تفریق نہیں، آپ نے جنہیں مذہبی طور پر اپنا رہنما تسلیم کیا سیاسی طور پر بھی انہیں کے ساتھ وابستگی عین مقتضائے فطرت تھی۔

ریاضت و عبادت میں آپ کا مقام بہت بلند تھا، اور یہ مولانا ہی کا حصہ تھا۔

ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

جب انسان ریاضت و مجاہدے کر کے خدا کے ساتھ اپنا تعلق اتنا راسخ اور مضبوط بنا لے تو جس طرح خوردبین کے ذریعے چھوٹی سی چھوٹی چیز کی نشان دہی کی جا سکتی ہے اور اسی طرح شریعت کی خوردبین لگا کر چھوٹی سی چھوٹی برائی کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ یہی مقام مولانا کا تھا۔

★ ★ ★

مولانا احمد علی کا بڑا کارنامہ قرآن مجید کی وہ جامع تفسیر ہے جس کو اسلام کے تمام فرقوں نے وقت کی بہترین تفسیر قرار دیا ہے۔ اس میں قرآن مجید کے اسرار و رموز اور باریک نکات ہی پیش نہیں کئے گئے۔ بلکہ سابقہ قوموں کے عروج و زوال کے ساتھ ساتھ مسلمان قوم کے عروج و زوال کا ذکر بڑے دل نشین انداز میں کیا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم نے اصلاحی طور پر بہت بڑا کام کیا آپ کے عقیدت مندوں میں بوڑھے بھی ہیں، جوان بھی، مرد بھی ہیں عورتیں بھی، علماء بھی ہیں اور سیاسی راہنما بھی ہیں یہاں تک بچے اور بچیاں بھی شامل ہیں۔

میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کے جنازے کا منظر دیکھا جنازے میں لاکھوں انسانوں کا امڈتا ہوا سیلاب تھا، جو تھمنے کا نام نہ لیتا تھا۔ اس میں بڑے بڑے علماء کرام اور صوفیائے عظائم آنکھیں نیچی کئے جنازے کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ ایسے باثر انسانوں کو بھی دیکھا جن کے اپنے حلقے بہت وسیع ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سر سے ایک شفیق باپ ہی کا سایہ نہیں اٹھ گیا بلکہ ایک بہت بڑا محسن ان سے جدا ہو رہا تھا۔ جنازے میں کرینڈ افسر بھی تھے جو مغموم اور افسردہ تھے اور مولانا کی جدائی کا غم ان کے چہرے سے عیاں تھا میں نے بہت سے تعلیم یافتہ دوستوں کو دیکھا جو مولانا مرحوم کے جنازے کے ساتھ لگے ہوئے لمبے لمبے بانسوں کے ساتھ ساتھ لپٹ لپٹ کر رو رہے تھے، عورتوں کا گلیوں سڑکوں اور بالا خانوں پر بے پناہ ہجوم دیکھا جو حضرت مرحوم کی وفات پر بلک بلک کر رو رہی تھیں۔

★ ★ ★

مجھے یاد ہے جب خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے مسجد شیرانوالہ میں كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت کا جملہ پڑھا تو مسجد میں موجود حاضرین نے ڈھاریں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ اس وقت مجھے مسجد کے در و دیوار اور محراب و منبر بھی روتے نظر آ رہے تھے۔ یہ سب کچھ کیا تھا، مولانا مرحوم کی اصلاحی خدمات کا نتیجہ تھا۔ جس سے ہر طبقہ متاثر تھا اور جنازے کے وقت ان کے پیارے الفاظ جو عام طور پر شیرانوالہ کی مسجد میں خطبہ کے وقت گونجا کرتے تھے کہ

"او لاہوریو! سنبھل جاؤ، نیک بن جاؤ۔ قرآن پاک کو سینے سے لگالو اور دل میں بسا لو۔ حضورؐ کا اسوۂ حسنہ اختیار کر لو تمہاری کشتی پار لگ جائے گی"

★ ★ ★

ہر شخص یہ کلمات یاد کر کے رو رہا تھا کہ اب یہ آواز کیسے سنائی دے گی۔ جو خطابت و فصاحت، الفاظ کے زیر و بم اور خوش الحانی سے بے نیام سامعین کے سینوں میں پیوست ہو جاتے تھے۔ کیونکہ وہ دل کی گہرائیوں سے نکلتے تھے جن میں غصہ بھی اور شفقت بھی، ناز بھی اور نیاز بھی، محبت بھی اور افسوس بھی شامل ہوتا تھا۔

آہ! وہ ایک عظیم انسان تھا جو زندگی بھر برصغیر کے گوشے گوشے میں توحید کے نغمے الاپتا رہا۔ جو ہر باطل قوت سے ٹکرایا جس نے دار و رسن کو چوما۔ جس نے بار بار قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں۔ جس نے انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی جڑوں پر ضرب کاری لگائی۔ جس نے لاہور میں اس وقت شمع توحید روشن کی۔ جب یہاں کفر و شرک کے بادل چھائے ہوئے تھے جس نے اس وقت آواز حق بلند کی جب لوگ حق بات کہنے سے جی چراتے تھے۔ جس نے قرآنی علوم کے موتی بکھیرے آج وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کے چشمۂ قرآنی سے ساری دنیا سیراب ہو رہی ہے

؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(بشکریہ مشرق)

★

تعارف و تبصرہ

نور محمد انور

نام کتاب: کانِ پارسی
تصنیف: ابنِ امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری
قیمت: تین روپے علاوہ محصول ڈاک، تاجران کتب کو خصوصی رعایت
ناشر: مکتبہ احرار الاسلام شارع معاویہؓ ملتان شہر
ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈیمی ۳-ایچ کچہری روڈ ملتان شہر

کتاب کی جامعیت و ثقاہت کے لئے مؤلف گرامی کا نام ہی کافی ہے۔

کتاب کا موضوع فارسی مصادر ہیں لیکن اپنے تنوع کے لحاظ سے اچھی خاصی ڈکشنری ہے۔ اس انداز سے آج تک کوئی کتاب غالباً نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ الف سے لے کر یا تک جتنے مصادر مؤلف علامہ کو مل سکے ہیں۔ انہوں نے بڑی عرق ریزی سے انہیں اس کوزہ میں سمو دیا ہے۔ فارسی زبان سے مسلمانوں کا گہرا علمی رشتہ ہے۔ علم حدیث و تفسیر ادب و بیان کی بے شمار فارسی کتابیں ہمیں ورثہ میں ملی ہیں۔ یہ کتاب ان دقیق کتابوں کے حل میں انتہائی ممد ثابت ہو گی۔ طلباء اور علماء کے علاوہ کالج و سکول کے پڑھے لکھے حضرات اور عوام اس سے یکساں طور پر استفادہ کر سکتے ہیں۔ یہ اس کی جامعیت کی کھلی دلیل ہے۔ لہٰذا ایک اچھی کتاب کا یہی معیار ہے کہ جہاں وہ خواص کے لئے مفید ہو وہاں عوام کے لئے بھی معلومات افزا ہو

کاغذ رف کتابت اچھی طباعت عمدہ۔ احباب کو فنی تبرک کے طور پر بھی خرید لینی چاہئے۔

بقیہ صفحہ چار سے آگے

سکتی ہے جو عزت اور عافیت کے ساتھ آزادی کے منافی ہو۔ جب تک مسئلہ کشمیر انصاف کے تقاضوں کے مطابق حل نہیں ہوتا پاکستان کے عوام بھارت کے متعلق نہ حسن ظن سے کام لے سکتے ہیں اور نہ خیر سگالی کے کسی مظاہرہ اور معمول کے مطابق تعلقات کی بحالی میں خوش دلی سے حصہ لے سکتے ہیں۔ پاکستان و بھارت میں اٹھارہ سال تک معمول کے مطابق حالات کار فرما رہے ہیں اگر ایسے حالات کی کوکھ سے بھرپور جارحانہ حملہ جنم لے سکتا ہے تو ہم کس بنیاد پہ یہ یقین و اعتماد کر سکتے ہیں کہ جنگ کے بعد معمول کے مطابق تعلقات کی بحالی سے وہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ جس نے جنگ تک نوبت پہنچائی۔ مزید برآں بھارت نے جس طرح یہ جنگ شروع کی۔ سرحدی علاقوں کے نہتے شہریوں پہ جو ناقابل بیان ظلم بھارت کی حملہ آور فوج نے کئے ہیں شہری آبادیوں پہ جس طرح وحشیانہ بمباری ہوئی ہے کشمیر میں جسطرح قتل عام ہوا ہے اور عورتوں بچوں سے غیر انسانی سلوک ہوا ہے پاکستان کے تمام لوگ نہ اسے بہت جلد بھول سکتے اور نہ اسے معاف کرنے پر آسانی سے آمادہ ہو سکتے ہیں۔

اگر تاشقند میں بنیادی مسئلہ حل ہو جاتا یا حل ہو جانے کی مضبوط اور فروغ پذیر بنیاد رکھ دی جاتی یعنی مفاہمت کی خود کار مشینری ہی قائم ہو جاتی۔ تو پاکستان کے مضطرب عوام کو کچھ تسکین ہو جاتی۔ کیونکہ مرہم کا انتظام ہو جائے تو زخم آہستہ آہستہ مندمل ہو جاتا ہے لیکن جب اصل مسئلہ کی حالت یہ ہو کہ خود صدر ایوب نے تاشقند میں ایک روسی اخبار کے نمائندے سے بات کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگر تاشقند میں مسئلہ کشمیر حل کرنے کی کوئی کوشش کی جاتی تو اس سے مجھے اور بھی خوشی ہوتی۔ جب صدر ایوب خود یہ کہتے ہیں کہ تاشقند میں مسئلہ کشمیر حل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی، تو پاکستان کے عوام، کس طرح "اعلان تاشقند" پہ خوشی ظاہر کر سکتے ہیں۔ جو توقعات گذشتہ اٹھارہ برس میں پوری نہیں ہوئیں، حالانکہ عالمی ادارہ ان کا ضامن تھا۔ محض روس کی موجودگی میں ان کے بالواسطہ علاوہ سے پاکستان کے لوگ کس طرح بھارت سے تجارتی تعلقات اور ثقافتی روابط کی تلخ گولی نگلنے کو برداشت کر سکتے ہیں۔ (بشکریہ نوائے وقت ۱۳ جنوری ۱۹۶۶ء)

بقیہ دنیا کی عیدیں

نے اس ستارہ کی راہنمائی میں بیت اللحم میں جا کے یسوع کی زیارت کی اور نذر اور تحفے پیش کئے۔ لوقا اور متی کی انجیلوں میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے متعلق بہت سے اختلافات ہیں۔ سر ہال کین کہتے ہیں کہ متی اور لوقا کے احوال بہت زیادہ مختلف ہیں۔ خدا جانے یہ احوال کب لکھے گئے۔ ان اختلافات کی تشریح آج تک معمہ رہی ہے۔

اظہار شکر و امتنان

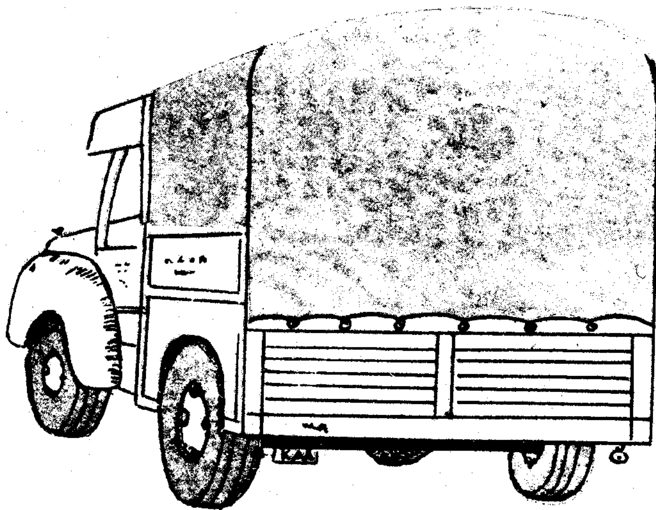
میرے بیٹے عزیزم ریاض احمد فلائنگ آفیسر کی شہادت کے سلسلہ میں قارئین "خدام الدین" اور دیگر احباب کرام و شاگردان عزیز کے بے شمار خطوط ہمدردی موصول ہو رہے ہیں۔ فی الحال فرداً فرداً تو جواب عرض کرنے سے قاصر ہوں اس لئے رسالہ ہذا کے ذریعے ان تمام مخلص دوستوں کی ہمدردی کا شکر گزار ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ ان تمام خطوط سے مجھے کافی ڈھارس ملی ہے۔ مزید دعاؤں کا ملتجی ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی شہادت قبول فرما کر ہم سب کے لئے باعث برکت و رحمت کرے۔ آمین (حزیں محمد امین ہیڈ ماسٹر کونسلکوٹ بہاولپور)

اعلان دورہ حدیث شریف

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر عرصہ تیس سال سے علوم دینیہ و عصریہ کی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ابتداء عربی سے لے کر دورہ حدیث شریف تک درس نظامی کا اور پرائمری و مڈل تک علوم عصریہ کا معقول انتظام ہے۔ اس سال حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہ (تلمیذ خصوصی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ) کی زیر سرپرستی دورۂ حدیث شریف ہوگا۔

۱۵ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ تک داخلہ رہیگا۔

(فضل محمد مہتمم مدرسہ)



بچوں کا صفحہ

رحمت کا مہینہ

محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل سکول بہاولپور

یوں تو خدا کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے اور اس کی رحمت سے مایوسی گناہ ہے ۔۔۔ تاہم رمضان شریف کا مہینہ تو خدا کی خاص رحمت کا مہینہ ہے۔ جو بخشش اور مغفرت سے معمور ہے۔ کیونکہ اس ماہ میں خدا کی رحمت کا بے حساب نزول ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص رمضان شریف کا مہینہ پائے اور روزے رکھ کر خدا کی رحمت اور بخشش حاصل نہ کرے اُس پر خدا کی لعنت ۔۔۔ گویا وہ بڑا ہی بدبخت ہے جو اس رحمت بھرے مہینے میں اپنے گناہ بھی معاف نہ کرا سکے۔

حضرت مولانا افغانی مدظلہ العالی نے ایک ایک درس میں کسی حوالہ سے فرمایا کہ رمضان شریف کی ہر رات کو دس لاکھ دوزخیوں کو خدا اپنی رحمت سے جنتی بناتے ہیں اور اٹھائیس رات تک یہی عالم رہتا ہے اور انتیس کی رات کو اٹھائیس راتوں کے مجموعے کے برابر دوزخیوں کو بخشتے ہیں۔ آئیں حساب کریں اور دیکھیں کہ ایک رمضان شریف میں کتنے مسلمان بخشے جاتے ہیں دس لاکھ ضرب اٹھائیس۔ یہ بنے۔ دو کروڑ ساٹھ لاکھ۔ پھر اس کو دوگنا کریں۔ کیونکہ انتیس کی ایک رات اٹھائیس راتوں کے برابر کی بخشش رکھتی ہے۔ لہٰذا کل میزان پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ مسلمان ہر سال رمضان شریف میں اللہ کی رحمت سے بخشے جاتے ہیں اور اسی طرح ہر رمضان میں ہر سال جو بخشے گئے۔ تو چند سالوں میں کتنے مسلمانوں کی بخشش کا سامان ہو گیا۔ اندازہ کریں۔ دنیا میں تقریباً نوے کروڑ مسلمان ہیں۔ ہر سال پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ کی بخشش کے حساب سے پندرہ سولہ سال میں سب بخشے گئے۔ اتنا سننے کے بعد یہ یقین پختہ ہو گیا کہ واقعی رمضان میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے بند ہو جاتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ہم بھی اپنے آپ کو اس کی رحمت کا مستحق بنائیں۔

رمضان شریف کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ اور قرآن ہمارے لئے ہدایت اور رحمت کا سرچشمہ ہے۔ اس طرح یہ قرآن کتنی وسیع رحمت کا باعث ہوا جس کے ناظرہ پڑھنے پر ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ سمجھ کر پڑھا جائے تو دین دنیا کی برکت ہے۔ قرآن پر عمل کیا جائے تو نجات اور بخشش ہے۔ پھر اتنی بابرکت کتاب کہ یہ خود ہی قاری کو نیک بنا دیتی ہے اور وہ خدا کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

پھر یہ قرآن رمضان شریف کی ایک رات میں نازل ہوا جسے قدر کی رات کہتے ہیں۔ اس ایک رات کا اتنا درجہ ہے کہ ہزار مہینوں کی عبادت یعنی تراسی سال چار مہینے سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ بھی خدا کی خاص رحمت ہے کہ اُس نے ایک ہی رات کو اتنا بابرکت بنا دیا۔ ورنہ اتنی تو عمریں بھی نہیں ہوتیں۔ اسی لئے یہ قدر کی رات امتِ محمدیہ کے لئے خاص تحفہ ہے۔ تاکہ یہ امت کسی طرح بھی پہلی اُمتوں سے پیچھے نہ رہے پھر مزید حساب کریں کہ ایک مسلمان کتنے ہی رمضان یا قدر کی راتیں پاتا ہے۔ ساری عمر میں اگر ایک رات بھی مل گئی تو دونوں جہان کی دولت مل گئی۔ سچ ہے خدا کی نعمتوں کا حساب ہو ہی نہیں سکتا۔ آخر ہم خدا کی کس کس نعمت کا انکار کریں گے۔ صبح سے شام تک ہر سانس کے اندر اور باہر آنے جانے کے ساتھ یہ اعضا، یہ کائنات کی اشیاء، یہ آگ، ہوا، پانی اور مٹی، خوراک سب اُس کی رحمت سے حرکت میں آتے ہیں۔ تو انسانی خوراک کا ایک لقمہ بنتا ہے۔ لیکن پھر بھی انسان شکر نہ کرے تو بڑا ہی ناشکرا ہے ؎

ابر و باد، مہ و خورشید ہمہ در کار اند
بشرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمان نبری

دراصل منشاء ایزدی بھی یہی ہے کہ ساری کائنات انسان کے لئے ہے اور انسان اللہ کی عبادت کے لئے ہے۔ خدا کی رحمت اور وسعت کا کوئی حساب نہیں۔ ہر نیکی کو وہ سات سو سے چودہ سو گنا تک بڑھا دیتے ہیں۔ اگر اسی طرح لیلۃ القدر کی رات کی ایک نیکی بھی بڑھ جائے تو صرف ایک نیکی کتنا اونچا مقام بخش دیتی ہے۔

رمضان کا لفظ رمض سے نکلا ہے جس کے معنی بھٹی میں جلانا یا تپش کے ہیں۔ جس طرح سنار کی بھٹی میں سونا کندن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان کی بھٹی سے گذر کر ایک مومن جنت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اُس کے تمام گناہ دُھل جاتے ہیں۔ اور وہ اللہ کی رحمت اور رافت میں آ جاتا ہے۔ رمضان شریف کو باقی مہینوں پر ایسے ہی فضیلت ہے ۔۔۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو باقی گیارہ بھائیوں پر۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے باقی گیارہ بھائیوں کی بخشش کرائی تھی۔ اُسی طرح رمضان کا مہینہ بھی باقی گیارہ مہینوں کے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔ سچ ہے کہ خدا کی رحمت بہت ہی وسیع ہے جس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی جملہ کائنات کے لئے رحمت ہیں اسی طرح ماہ رمضان بھی امتِ مسلمہ کے لئے باعثِ برکت و رحمت ہے اور "رحمتِ حق بہانہ می جوید" پس رحمتِ حق کو جوش دلانے کے لئے کوئی بندگی کا بہانہ تلاش کرنا چاہیئے۔ اور ہمیں بھی اس کی طرف جھکنا چاہیئے۔ پھر انشاء اللہ بخشش کے دروازے کھلے ہی ملیں گے۔ دعا ہے کہ خدا ہم سب کو اپنی رحمت کا مستحق بنائے۔

عام طور پر بچہ روتا ہے تو ماں کے دودھ میں جوش آتا ہے اور وہ بچے کو دُودھ پلاتی ہے لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ممتا کی ماری بغیر روئے کے بھی بچّے کو دودھ پلانے دوڑتی ہے یعنی اس کی ممتا جوش مارتی ہے کہ بچّے کی مرضی یا بھوک کے بغیر ہی دودھ ضرور پلائے۔

یہی حال خدا کی رحمت کا ہے اگرچہ اُس کی کسی صفت سے فیض حاصل کرنے کے لئے اُسی صفت سے اُسے پکارا جاتا ہے۔ اور وہ دعا کرنے والے کی دعا سنتے اور قبول فرماتے ہیں لیکن رمضان شریف میں اُس ماں کی طرح وہ رحیم و کریم ذات یکسر مائل بہ کرم ہوتی ہے۔ اُس کی صفتِ رحیمی بغیر مانگے ہی عملی صورت میں رحمت کے دریا بہا دیتی ہے اور اس کی عطا بھی بے پایاں رحمت کی طرح بغیر حساب ہوتی ہے۔

حدیث ہے کہ روزہ میرے ہی لئے ہے۔ اور میں ہی اس کی جزا دوں گا جس کی حد مقرر نہیں کی۔ جب حد مقرر نہیں تو گویا یہ جزا بے حساب ہی ہو گی۔ اور یہ سب رمضان شریف کی برکت ہے۔

فافہم

ٹیلیفون ۶۷۵۲۵

چیف ایڈیٹر
عبیداللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجـ
نمبـ

۲۱، ۲۸ جنوری ۱۹۶۶

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲۴۸۱ مورخہ
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۷۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴- اگست ۱۹۶۴ء



گلدستۂ عید

جناب آغا شورش کاشمیری

سحر گہ عرشِ اعظم سے یہ جاں پرورندا آئی
مبارک ہو مسلمانوں کہ پھر عیدِ سعید آئی

ہوئی خلدِ بریں سے محفلِ دنیا پہ گلباری
جلو میں قدسیوں کے رحمتِ ربِّ مجید آئی

چھلکتی ہے شرابِ زندگی یثرب کے ذروں سے
درِ میخانۂ کیف و مسرّت کی کلید آئی

وہ صہبا جو مسلمانوں کو صہبائے طہارت ہے
شہِ کون و مکاں کے فیض سے ہو کر کشید آئی

دلوں میں ولولہ پرور ہیں پھر تکبیر کے نعرے
حیاتِ جاوداں کی اہلِ ایماں کو نوید آئی

ہزاروں ساعتیں جس کی ہر اک جنبش پہ قرباں ہیں
مسلمانوں کے گھر وہ ساعتِ روزِ سعید آئی

مری نظم مرصع زینت آرائے ادب ہو کر
بروزِ عید شورش از رہِ لطفِ مزید آئی

★

جناب سیما…

صبح کا نکلا ہوا اب شام کو لوٹا ہے گھر
کان آوازِ اذاں پر ہیں نظر ہے جیب پر
بوجھ دن بھر اپنے نازک دوش پر ڈالے ہوئے
غیر آسودہ ارادے حوصلے سوئے ہوئے
اپنی مزدوری کا دن بھر جائزہ لیتا ہوا
فطرت سرمایہ داری کو دعا دیتا ہوا
اپنے روزہ دار بچّوں اور بیوی کا خیال
اتنی محنت پر بھی اپنی فاقہ مستی کا خیال
پیاس سے لب خشک ہیں پھر اس پہ محنت کا عذاب
سوچتا ہے کر نہیں سکتا مگر پورا حساب
بوجھ سے دہری کمر تھی جو اک شانِ رکوع
سجدۂ اہلِ ریا سے تھا بلند اس کا خضوع
ہر نفس میں تھی صدا تکبیر اور تہلیل کی
اہلیت مزدور کی قدوسیت جبریلؑ کی
خلوتوں میں مطمئن بیٹھے ہوئے تھے روزہ دار
اور یہ سڑکوں پہ تھا آلودۂ گرد و غبار
کچھ غرض آسودگی سے تھی نہ بیکاری سے کام
صبح سے تا شام اس کو باربرداری سے کام
ہے نمک کی کنکری پر اس کی نیّت کا مدار
کھُل نہ جائے راہ میں روزہ یہ ڈر تھا بار بار
اک نمک کی کنکری بھی کون دیتا ہے اسے
دیدۂ بیگانگی سے دیکھ لیتا ہے اسے
آہ اے مزدور یہ مجبوریاں یہ اضطراب
آ گیا ہے محفلِ عالم میں کیسا انقلاب
ساری دنیا کے مزے سرمایہ گیروں ہی کے ہیں
عید امیروں ہی کی رونقیں بھی امیروں ہی کے ہیں

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا